

مصطفیٰ میلادِ نبوی

صلی اللہ علیہ وسلم

تصنیف

علامہ مفتی محمد فیاض چشتی



مصطفیٰ میلادِ نبوی

تصنیف

علامہ مفتی محمد فیاض چشتی



NISHANEMANZAL PUBLICATIONS

شاپ نمبر ۲، چیمبر ہاؤس، نرگس سٹریٹ، داتا گادر بار مارکیٹ، لاہور فون: 042- 37114939، 03234878481

Web: www.nishanemanzal.com

eMail: nishanemanzal@gmail.com

جملہ حقوق بحق ناشر و مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب	میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
مصنف	مفتی محمد فیاض چشتی
پہلی بار	نومبر 2017
تعداد	گیارہ سو
طابع	کرنل فضیل خان
ناشر	نشان منزل پبلی کیشنز
ہدیہ	180/-

ملنے کے پتے

نشان منزل پبلی کیشنز داتا دربار مارکیٹ لاہور 03234878481
چشتی کتب خانہ لاہور، فیصل آباد، مکتبہ قادریہ، مکتبہ اعلیٰ حضرت

انتساب

میں اپنی اس ادنیٰ سی کاوش کو حضور نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں اور آپ ﷺ کے والدین کے صدقہ سے اپنے والدین، اساتذہ اور ان احباب کی خدمت میں پیش کرتا ہوں جنہوں نے ہر موقع پر میری حوصلہ افزائی فرمائی۔

خصوصاً ادارہ نشان منزل کے بانی پیر طریقت واقف رموز حقیقت پیر عبداللطیف خان نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ اور اپنے محسن جگر گوشہ ضیاء الامت، عکس ضیاء الامت پروفیسر ڈاکٹر محمد ابوالحسن شاہ الازہری۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری اس ادنیٰ سی کاوش کو قبول فرما کر نبی کریم ﷺ کے عاشقوں کے لئے باعث تسکین اور میرے لئے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین بجاہ عالم ماکان وما یکون

غلام غلامان چشت

محمد فیاض چشتی

03006356732

حمد باری تعالیٰ

یا الہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو
جب پڑے مشکل شہ مشکل کشا کا ساتھ ہو

یا الہی بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو
شادی دیدار حسن مصطفیٰ کا ساتھ ہو

یا الہی گور تیرہ کی آئے جب سخت رات
ان کے پیارے منہ کی صبح جانفزا کا ساتھ ہو

یا الہی جب پڑے محشر میں شور داروگیر
امن دینے والے پیارے پیشوا کا ساتھ ہو

یا الہی جب زبانیں باہر آئیں پیاس سے
صاحب کوثر شہ جودو عطا کا ساتھ ہو

یا الہی سرد مہری پر ہو جب خورشید حشر
سید بے سایہ کے ظل لوا کا ساتھ ہو

یا الہی گرمی محشر سے جب بھڑکیں بدن
دامن محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو

یا الہی نامہ اعمال جب کھلنے لگیں
عیب پوش خلق ستار کا ساتھ ہو

یا الہی جب ہمیں آنکھیں حساب جرم میں
ان تبسم ریز ہونٹوں کی دعا کا ساتھ ہو

یا الہی جب حساب خندہ بیجا رلائے
چشم گریان مرتجے کا ساتھ ہو

یا الہی رنگ لائیں جب مری بے باکیاں
ان کی نیچی نیچی نظروں کی حیا کا ساتھ ہو

یا الہی جب چلوں تاریک راہ پل صراط
آفتاب ہاشی نورالہدیٰ کا ساتھ ہو

یا الہی جب سر شمشیر پر چلنا پڑے
رب سلم کہنے والے غمزدہ کا ساتھ ہو

یا الہی جو دعائے نیک میں تجھ سے کروں
قدسیوں کے لب سے امین رہنا کا ساتھ ہو

یا الہی جب رضا خواب گراں سے سر اٹھائے
دولت بیدار عشق مصطفیٰ کا ساتھ ہو

نعت رسول مقبول ﷺ

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں
دو جہاں کی بہتریاں نہیں کہ امانی دل و جاں نہیں
کہو کیا ہے وہ جو یہاں نہیں مگر اک نہیں کہ وہ ہاں نہیں
میں نثار تیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو زباں نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جس کا بیاں نہیں
بخدا خدا کا یہی در ہے نہیں اور کوئی مفر مفر
جو وہاں سے ہو یہی آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں
کرے مصطفیٰ کی اہانتیں کھلے بندوں اس پہ یہ جراتیں
کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی ارے ہاں نہیں ارے ہاں نہیں
ترے آگے یوں ہیں دبے لپے فصحاء عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں
وہ شرف کہ قطع ہیں نسبتیں وہ کرم کہ سب سے قریب ہیں
کوئی کہہ دو یاس و امید سے وہ کہیں نہیں وہ کہاں نہیں
یہ نہیں کہ خلد نہ ہو وہ کلو وہ کلوئی کی بھی ہے آبرو
مگر اے مدینہ کی آرزو جسے چاہے تو وہ سماں نہیں
ہے انہیں کے نور سے سب عیاں ہے انہیں کے جلوہ میں سب نہاں
بے صبح تابش مہر سے رہے پیش مہر یہ جاں نہیں

وہی نور حق وہی ظل رب ہے انہیں سے سب ہے انہیں کا سب
 نہیں ان کی ملک میں آسمان کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں
 وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سر عرش تخت نشیں ہوئے
 وہ نبی ہے جس کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں
 سر عرش پر ہے تری گزر دل فرش پر ہے تری نظر
 ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں
 کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
 دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں
 ترا قد تو نادر دہر ہے کوئی مثل ہو تو مثال دے
 نہیں گل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سرو پہاں نہیں
 نہیں جس کے رنگ کا دوسرا نہ تو ہو کوئی نہ کبھی ہوا
 کہو اس کو گل کہے کیا کوئی کہ گلوں کا ڈھیر کہاں نہیں
 کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا
 میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارہ ناں نہیں

فہرست

صفحہ نمبر	عنوان
14	ابتدائیہ
20	میلاد کیا ہے
20	میلاد مصطفیٰ ﷺ قرآن کی روشنی میں
23	فضائل و آمد مصطفیٰ ﷺ کا ذکر
24	محدثین و علماء اسلام کی حمایت میں آراء
25	جشن میلاد مناسبت الہیہ
26	میلاد مناسبت مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ
26	حضور ﷺ کی میلاد کے موقع پر بکرے ذبح کرنا
26	میلاد النبی ﷺ کا جشن مناسبت صحابہ بھی ہے
27	جشن میلاد اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا عمل
28	صحابہ کا جلوس نکالنا
28	جھنڈے لہرانا
29	میلاد مصطفیٰ ﷺ اور محدثین کرام
32	عظمت و شان مصطفیٰ ﷺ
35	بے مثال نبی ﷺ
36	ایمان کی اصل محبت مصطفیٰ ﷺ
42	آمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتظار

43	ایک ہزار سال قبل استقبال میلاد جلوس
44	زیارت مصطفیٰ کی نیت سے مدینہ میں سکونت
45	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام تجلیمیری کا مکتوب
47	عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم
48	وجہ تسمیہ اور مختلف ممالک میں دیگر نام
49	لفظ میلاد و مولد کا اولین استعمال
49	میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریبات
50	میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جلوس
51	میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ
52	عقد حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب
52	اور حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہما
55	حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
58	ایمان والدین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما
64	برکات نبوت کا ظہور
64	فارس آتش کدہ
64	ایوان کسرہ
67	ولادت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
68	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بخون پیدا ہوئے
69	مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم
70	دودھ پینے کا زمانہ

76	حضور ﷺ کا سایہ نہ تھا
78	شق صدر
80	شق صدر کتنی بار ہوا؟
81	ام ابیمن
81	حضور ﷺ کی بچپن کی ادائیں
82	نبی کریم ﷺ کی والدہ محترمہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی وفات
83	واؤ کی ایواء
83	جناب ابوطالب کی کفالت میں
84	آپ ﷺ سے دوسلیہ سے کی دُعا سے بارش
85	اُمّی لقب
87	سفر شام اور بحیرہ راہب
88	جنگِ فجار
88	حلف الفضول
90	حضور ﷺ کا ملک شام کا دوسرا سفر
92	حضور ﷺ کا نکاح
95	حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مکان
95	کعبۃ اللہ کی تعمیر
97	کعبہ کتنی بار تعمیر کیا گیا؟
99	حضور ﷺ کا حلقہ احباب
100	موحدین عرب سے تعلقات

102	کاروباری مصروفیات
103	حضور ﷺ بحیثیت کامیاب تاجر
104	حضور اکرم ﷺ کا غیر معمولی کردار
104	حضور ﷺ کے عمدہ خصائل
105	زمانہ جاہلیت کی رسوم سے نفرت
106	غارِ حراء میں خلوت
106	پہلی وحی
108	کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا؟
109	دعوتِ اسلام اداوار
112	نبی رحمت ﷺ پر ظلم و ستم
114	چند شریر کفار کی شرارتیں
115	حضور ﷺ کے غلاموں پر مظالم
120	ابوسفیان اور ہرقل کا مکالمہ
123	کفار کا وفد بارگاہ رسالت میں
124	اگر ایک ہاتھ پر سورج اور ایک پر چاند رکھ دیں
126	۵ نبوی کو ہجرت حبشہ
126	شہنشاہ حبشہ نجاشی
127	نجاشی کے دربار میں کفار کی ناکام سفارت
129	شہنشاہ حبشہ کا اسلام سے متاثر ہونا
130	شہنشاہ حبشہ کا مسلمان ہونا

130	حضرت ابوبکر اور ابن دغنه
132	حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا
133	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام
137	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا ایک سبب
137	۷ نبوی میں شعب ابی طالب محصوری
139	خاندان مصطفیٰ ﷺ کا صبر و استقلال
140	۱۰ نبوی غموں کا سال
140	حضرت خدیجہ بنت النبی کی وفات
141	حضور ﷺ کا سفر طائف
144	فرشتوں کا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضری دینا
145	حضور ﷺ کا قبائل میں اسلام کی تبلیغ کرنا
146	مدینہ کا پرانا نام
147	زمین پر میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پہلا جلوس
156	اسلام کا مدینہ منورہ میں پھیلنا
157	بیعت عقبہ اولیٰ
158	بیعت عقبہ ثانیہ
160	حضور ﷺ کی مدینہ کی جانب ہجرت
161	کفار کی مشاورت
163	رسول کریم ﷺ کی ہجرت
165	کاشانہ مصطفیٰ ﷺ کا ناکام محاصرہ

166	حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا بستر نبوت پر بے خطر سونا
166	حضور ﷺ کی کعبۃ اللہ پر نظر محبت
168	جبل ثور اور خاندان صدیق اکبر کی جانثاری
170	سواونٹوں کا انعام اور سراقہ
170	سراقہ کا گھوڑا
172	اُمّ معبد کی خشک بکری کا دودھ دینا
173	بریدہ اسلمی کا جھنڈا
173	حضرت زبیر کے بیش قیمت کپڑے
174	محبوب دو جہاں ﷺ مدینہ منورہ میں
175	میلاد مصطفیٰ کی برکات

بسم الله الرحمن الرحيم
 اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا

ابتدائیہ

الحمد لله رب العالمی والصلوة والسلام علی رسولہ الکریم اما بعد
 سلام علی من اتبع الهدی وسلام علی من قال یا رسول اللہ ﷺ
 اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ○ بسم الله الرحمن الرحیم قد
 جاءکم من الله نوره و کتاب مبین ○ قال صدق الله العظیم
 سب تعریفیں اس بزرگ و برتر خلاق عالم کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کو مرتبہ
 کمال تک پہنچانے والا ہے اور درود لا محدود سید عالم ﷺ کی ذات اقدس
 ہے جو باعث وجہ تخلیق کائنات ہے اور حضور ﷺ کی ذات ستودہ صفات
 سراپا نور ہے آپ ﷺ کی سیرت طیبہ بنی نوع انسان کے لئے کھلی کتاب کی
 مانند ہے۔

اما بعد!

ہر مسرت ہر خوشی کی جان عید میلاد النبی ﷺ

عید کیا ہے عید کی بھی شان عید میلاد النبی ﷺ

فطرتِ انسانی کا تقاضا ہے کہ وہ حصولِ نعمت پر اظہارِ مسرت کرتا اور زوالِ نعمت
 پر غم گین ہو جاتا ہے چوں کہ یہ دونوں باتیں فطری اور انسانی جبلت و طبیعت کا لازمی جز ہیں
 ، اس لیے ان کے حصول کے لیے کسی ترغیب کی ضرورت نہیں ہوتی اور نہ ہی کوئی رکاوٹ ان

سے باز رکھنے میں کارگر ثابت ہو سکتی ہے۔

اللہ رب العزت نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے جن کا احاطہ ناممکن ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے: ”اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شمار کرنے لگو تو انھیں گن نہیں سکتے۔“

لیکن ان تمام نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت بل کہ تمام نعمتوں کی اصل سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری ہے۔ کیوں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادتِ باسعادت سے پورے کرۂ ارض پر ایک انقلاب پھا ہوا۔

گمراہی ہدایت سے بدلی، کفر کی جگہ اسلام آیا، فحاشی و عیاشی کی جگہ اخلاقِ حسنہ کا دور دورہ ہوا، یتیموں کو والی اور بے سہارا کو سہارا ملا، عورتوں کی عزت و ناموس کو تحفظ حاصل ہوا، ظلم و تشدد کی جگہ عدل و انصاف کا علم بلند ہوا۔ غرض یہ کہ قرآن پاک کی زبان میں جہنم کے کنارے پر پہنچی ہوئی انسانیت جنت کی طرف رواں دواں ہوئی اور جہنم میں گرنے سے بچ گئی۔

ایسی عظیم المرتبت شخصیت جن کی آمد سے کائنات میں بہارِ جاوداں آئی۔ اُن کی ولادتِ باسعادت پر کسے خوشی نہ ہوگی انسان تو درکنار، بے زبان چوپائے بھی باعثِ تخلیق کائنات کی آمد پر شاداں و فرحاں ہیں۔ کیوں کہ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چادرِ رحمت کے سایے میں نہ صرف انسانوں کو جگہ دی بل کہ حیوانات اور پرندوں تک کو جگہ دی۔

لہذا عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی منانا اور اس پر مسرت موقع کو عید قرار دینا یقیناً انسانی فطرت کا تقاضا ہے اور تمام سلیم الفطرت انسان عید میلاد النبی صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تمام عیدوں سے بڑھ کر عید قرار دیتے ہیں اور اسے منانے کے لیے پورے جوش و خروش کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان ہمیشہ سے جشنِ عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مناتے چلے آ رہے ہیں۔

چنانچہ امام احمد بن قسطلانی شارح بخاری بہ زبانِ امام جزری روایت کرتے

ہیں:

”اہل اسلام حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے مہینے میں ہمیشہ سے میلاد کی محفلیں منعقد کرتے چلے آ رہے ہیں۔ خوشی کے ساتھ کھانے پکاتے اور دعوتیں کرتے۔ ان راتوں میں قسم قسم کے صدقے اور خیرات کرتے اور خوشی و مسرت کا اظہار کرتے ہیں، نیک کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے اور آپ کا میلاد پڑھنے کا خاص اہتمام کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضلِ عظیم اور برکتوں کا ظہور ہوتا ہے اور میلاد شریف کے خواص میں سے آزمایا گیا ہے کہ جس سال میلاد شریف پڑھا جاتا ہے وہ سال مسلمانوں کے لیے حفظ و امان کا سال ہوتا ہے اور میلاد شریف منانے سے دلی مرادیں پوری ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس شخص پر بہت رحمتیں فرمائے جس نے ولادت کی مبارک راتوں کو خوشی و مسرت کی عیدیں بنا لیا (آمین)۔“

تفسیر روح البیان میں آیت کریمہ: محمد رسول اللہ کے تحت لکھتے ہیں کہ:

”ابن حجر البیہقی فرماتے ہیں کہ بدعتِ حسنہ کے مستحب ہونے پر سب کا اتفاق ہے اور میلاد شریف منانا اور اس میں لوگوں کا جمع ہونا بھی اسی طرح بدعتِ حسنہ ہے۔“

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

”ہر طرف اور ہر شہر کے مسلمان مولود شریف کرتے ہیں۔ وہ طرح طرح کے صدقہ و خیرات کرتے ہیں اور حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا میلاد پڑھنے کا اہتمام کرتے ہیں۔ اس محفل کی برکتوں سے ان پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہوتا ہے۔ امام جوزی کہتے ہیں کہ: ”میلاد کی تاثیر یہ ہے کہ سال بھر اس کی رحمت و برکت سے امن رہتا ہے اور حصول مراد کی خوش خبری حاصل ہوتی ہے۔“

دنیا بھر کے مسلمانوں کے لئے یہ عظیم خوشی کا دن ہے۔ اسی دن محسن انسانیت، خاتم پیغمبراں، رحمت دو جہاں، انیس بیکراں، چارہ ساز درد منداں، آقائے کائنات، فخر موجودات، نبی اکرم، نور مجسم، سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خاکدان گیتی پر جلوہ گر ہوئے۔ آپ کی بعثت اتنی عظیم نعمت ہے جس کا مقابلہ دنیا کی کوئی نعمت اور بڑی سے بڑی حکومت بھی نہیں کر سکتی۔ آپ قاسم نعمت ہیں، ساری عطائیں آپ کے صدقے میں ملتی ہیں۔ حدیث پاک میں ہے:

انما انا قاسم واللہ يعطی۔ میں بانٹتا ہوں اور اللہ دینا ہے۔ (بخاری و مسلم)

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر اپنا احسان جتایا۔ ارشاد ہوتا ہے۔

لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیہم رسولا۔

بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ انھیں میں سے ایک رسول بھیجا۔

انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی ولادت کا دن سلامتی کا دن ہوتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

فرماتے ہیں:

وہی سلامتی مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا۔ (القرآن)
دوسری جگہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے لئے باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

سلامتی ہے ان پر جس دن پیدا ہوئے۔ (القرآن)

ہمارے سرکار تو امام الانبیاء وسید المرسلین اور ساری کائنات سے افضل نبی ہیں۔ (ﷺ)
پھر آپ کا یوم میلاد کیوں نہ سلامتی اور خوشی کا دن ہوگا۔ بلکہ پیر کے دن روزہ رکھ کر اپنی ولادت کی خوشی تو خود سرکار دو جہاں ﷺ نے منائی اور ان کی اتباع، صحابہ و کرام، تابعین، تبع تابعین، اولیائے کاملین رضوان اللہ علیہم اجمعین کرتے آئے اور آج تک اہل محبت کرتے آرہے ہیں۔ حدیث پاک میں ہے:

نبی اکرم ﷺ پیر اور جمعرات کو خیال کر کے روزہ رکھتے تھے۔ (ترمذی شریف)
دوسرے حدیث میں ہے:

رسول اللہ ﷺ سے پیر کے دن روزے کا سبب پوچھا گیا، فرمایا اسی میں میری ولادت ہوئی اور اسی میں مجھ پر وحی نازل ہوئی۔ (مسلم شریف)

نبی اکرم ﷺ کی طرف سے بہت بڑی رحمت بن کر دنیا میں تشریف لائے۔
وما ارسلناک الا رحمة للعالمین۔

اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔

اور رحمت الہی پر خوشی منانے کا حکم تو قرآن مقدس نے ہمیں دیا ہے:

تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اسی پر چاہیے کہ خوشی کریں۔

لہذا میلاد النبی ﷺ کے موقع پر جتنی بھی جائز خوشی و مسرت اور جشن منایا جائے قرآن و حدیث کے منشا کے عین مطابق ہے بدعت سیئہ ہرگز نہیں۔ بلکہ ایسا اچھا اور عمدہ طریقہ ہے

جس پر ثواب کا وعدہ ہے۔ حدیث پاک میں ہے:

من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها من بعدہ من غیر ان

ینقص من اجورہم شئی۔

جو اسلام میں اچھا طریقہ جاری کرے گا تو اسے اس کا ثواب ملے گا اور ان کا ثواب بھی اسے ملے گا جو اس کے بعد اس نئے طریقے پر عمل کریں گے، اور ان عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی بھی نہ ہوگی۔ (مسلم شریف)

اس جہان رنگ و بو میں سب سے عظیم ترین واقعہ ولادتِ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ ہے کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”لَوْلَا كُنَّا خَلَقْتُ الدُّنْيَا“ اے محبوب ﷺ! اگر آپ کو پیدا کرنا نہ ہوتا تو کائنات کو پیدا نہ کرتا۔

(مواہب اللدنیہ، سرور القلوب)

معلوم ہوا کہ رحمتِ عالمیان ﷺ وجہِ تخلیق کائنات ہیں اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صدیوں سے تمام اہل ایمان آقا ﷺ کا میلاد اپنے اپنے دور کے اعتبار سے مناتے چلے آ رہے ہیں اور اہل ایمان اس مسئلہ پر اتفاق کرتے ہیں کہ آقا ﷺ کا میلاد انبیاء کرام نے بھی اپنے اپنے زمانے میں کیا جس کا ذکر کتبِ احادیث میں کثرت سے موجود ہے مگر کم نصیبی یہ ہے کہ کچھ لوگ کم علمی کی بنیاد پر انکار کرتے ہیں۔ ہم اپنی اس مختصری تحریر میں دلائل کی روشنی میں قرآن و سنت اور اسلاف کے عمل سے ثابت کریں گے کہ میلادِ مصطفیٰ ﷺ منانا سنتِ الہیہ بھی، سنتِ رسول بھی، سنتِ انبیاء بھی اور سنتِ اسلاف بھی ہے۔

میلاد کیا ہے

سب سے پہلے یہ جاننا چاہئے کہ میلاد کا مطلب کیا ہے؟ ولادت کے واقعات بیان کرنا میلاد کہلاتا ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے مقدس کلام قرآن عظیم میں انبیاء کرام کی ولادت کے واقعات کو جا بجا بڑی شرح و بست کے ساتھ بیان فرمایا ہے جو اہل علم سے پوشیدہ نہیں۔ موجودہ دور میں میلاد شریف کی حیثیت یہ ہے کہ لوگ جمع ہوتے ہیں، تلاوت قرآن، ذکر اذکار، نعت پاک، ولادت مبارکہ کا تذکرہ، سلام مع قیام، فاتحہ خوانی، جلوس، کھانے وغیرہ کا اہتمام، تعظیم رسالت مآب ﷺ کی نسبت کرتے ہیں۔

میلادِ مصطفیٰ ﷺ قرآن کی روشنی میں

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ
الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

اے رب ہمارے اور بھیج ان میں سے ایک رسول انہیں میں کہ ان پر تیری
آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں
خوب سہرا فرمادے بے شک تو ہی غالب حکمت والا۔ (البقرہ: ۱۲۹)

صبح طیبہ میں ہوئی بٹا ہے باڑا نور کا صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا
تاج والے دیکھ کر تیرا عماما نور کا سر جھکاتے ہیں الہی بول بالا نور کا
تیری نسل پاک میں ہے بچا بچا نور کا تو ہے عین نور تیرا سب گھرا نا نور کا

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ
يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَإِنْ
كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ

بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک

رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔
(آل عمران: ۱۶۳)

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ
حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ
بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن کا تمہارا
مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں
پر کمال مہربان مہربان۔

(توبہ پا: ۱۲۸)
قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا
يَجْمَعُونَ
تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت پر چاہئے کہ خوشی کریں وہ ان کے
سب دھن دولت سے بہتر ہے۔ (یونس: ۵۸)

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَبْنِي إِسْرَءِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ
إِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ الشُّرُوحِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي
مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدٌ

اور یاد کرو جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ
کا رسول ہوں اپنے سے پہلی کتاب توریت کی تصدیق کرتا ہوں اور ان کی
بشارت سناتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد
ہے۔ (القاف: ۶)

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَ
يُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي
ضَلَالٍ مُبِينٍ

وہی ہے جس نے اُن پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس
کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب و حکمت کا علم
عطا فرماتے ہیں اور بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں
تھے۔ (جمعہ: ۲)

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ
نُورًا مُبِينًا

اے لوگو بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی اور ہم نے
تمہاری طرف روشن نور اتارا۔ (نساء: ۱۷۴)

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْنَاكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ
جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ
أَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذِكْرِكُمْ إَصْرِي ۖ قَالُوا اقْرَأْ مَا قَالَ
فَأَشْهَدُوا ۖ وَأَنَامَ عَنْكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ

اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب و حکمت
دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول (محمد ﷺ) کہ تمہاری
کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس
کی مدد کرنا فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا، اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب نے
عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں تمہارے

ساتھ گواہوں میں ہوں۔ (آل عمران: ۸۱)

فضائل و آمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر

رب ذوالجلال نے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام کی محفل میں اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد اور فضائل کا ذکر فرمایا۔ گویا یہ سب سے پہلی محفل میلاد تھی جسے اللہ تعالیٰ نے منعقد فرمایا۔ اور اس محفل کے شرکاء صرف انبیاء کرام علیہم السلام تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری اور فضائل کا ذکر قرآن کریم کی متعدد آیات کریمہ میں موجود ہے۔

رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ کی چند محافل کا ذکر ملاحظہ فرمائیے۔ آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مسجد نبوی میں منبر شریف پر اپنا ذکر ولادت فرمایا۔

(جامع ترمذی ج 2 ص 201)

آپ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لیے منبر پر چادر بچھائی اور انہوں نے منبر پر بیٹھ کر نعت شریف پڑھی، پھر آپ نے ان کے لیے دعا فرمائی۔ (صحیح بخاری ج 1 ص 65)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے غزوہ تبوک سے واپسی پر بارگاہ رسالت میں ذکر میلاد پر مبنی اشعار پیش کیے (اسد الغابہ ج 2 ص 129)

اسی طرح حضرات کعب بن زبیر، سواد بن قارب، عبد اللہ بن رواحہ، کعب بن مالک و دیگر صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی نعتیں کتب احادیث و سیرت میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ بعض لوگ یہ وسوسہ اندازی کرتے ہیں کہ اسلام میں صرف دو عیدیں ہیں لہذا تیسری عید حرام ہے۔ (معاذ اللہ) اس نظریہ کے باطل ہونے کے متعلق قرآن کریم سے دلیل لیجئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے، (عیسیٰ بن مریم نے عرض کی، اے اللہ! اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے

ایک (کھانے کا) خوان اتار کہ وہ ہمارے لیے عید ہو ہمارے اگلوں پچھلوں کی)۔
(المائدہ، 114، کنز الایمان)

صدر الافاضل فرماتے ہیں، (یعنی ہم اس کے نزول کے دن کو عید بنائیں، اسکی تعظیم کریں، خوشیاں منائیں، تیری عبادت کریں، شکر بجالائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس روز اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت نازل ہو۔ اس دن کو عید بنانا اور خوشیاں بنانا، عبادتیں کرنا اور شکر بجالانا صالحین کا طریقہ ہے۔ اور کچھ شک نہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نعمت اور بزرگ ترین رحمت ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے دن عید منانا اور میلاد شریف پڑھ کر شکر الہی بجالانا اور اظہار فرح اور سرور کرنا مستحسن و محمود اور اللہ کے مقبول بندوں کا طریقہ ہے)۔ (تفسیر خزائن العرفان)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت (اليوم اكملت لكم دينكم) تلاوت فرمائی تو ایک یہودی نے کہا، اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید مناتے۔ اس پر آپ نے فرمایا، یہ آیت جس دن نازل ہوئی اس دن دو عیدیں تھیں، عید جمعہ اور عید عرفہ۔ (ترمذی) پس قرآن وحدیث سے ثابت ہو گیا کہ جس دن کوئی خاص نعمت نازل ہو اس دن عید منانا جائز بلکہ اللہ تعالیٰ کے مقرب نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی سنت ہے۔ چونکہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ حضور ﷺ ہی کے صدقے میں ملی ہیں اس لیے آپ کا یوم میلاد بدرجہ اولیٰ عید قرار پایا۔

عید میلاد پہ ہوں قربان ہماری عیدیں کہ اسی عید کا صدقہ ہیں یہ ساری عیدیں

محمد شین و علماء اسلام کی حمایت میں آراء

شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ اکابر محمد شین کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ

شب میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم شب قدر سے افضل ہے، کیونکہ شب قدر میں قرآن نازل ہوا اس لیے وہ ہزار مہینوں سے بہتر قرار پائی تو جس شب میں صاحب قرآن آیا وہ کیونکہ شب قدر سے افضل نہ ہوگی؟ (ما ثبت بالنسب فی آیام السنۃ شیخ عبدالحق دہلوی)

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام
سب سے پہلے اپنے محبوب کی آمد کا ذکر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کی محفل میں
فرمایا اور محبوب کے فضائل خود بیان فرما کر سب سے یہ عہد لیا جس کا ذکر قرآن مقدس میں
اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس طرح فرمایا۔ اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا
جو میں تم کو کتاب و حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کہ
تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد
کرنا فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا، اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے
اقرار کیا فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں تو جو
کوئی اس کے بعد پھرے وہی لوگ فاسق ہیں (سورہ آل عمران پارہ: ۳ آیت: ۸۱،
۸۲) غور فرمائیں آیت مبارکہ کا ایک ایک لفظ شانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں کا گواہ ہے
آمدِ محبوب کا ذکر محفلِ انبیاء میں کس شان کے ساتھ اور کتنی تاکیدوں کے ساتھ کیا جا رہا
ہے۔

جشن میلاد منانا سنتِ الہیہ

تمام کتب احادیث و سیر میں یہ بات کثرت سے ملتی ہے جس سال اللہ پاک نے
اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو جنابِ آمنہ کی گود میں جلوہ گر فرمایا، خود بھی خوشی کا اظہار فرمایا، ولادت
محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی میں خشک سالی دور فرمادی، درختوں کو پھلوں اور پھولوں سے بھر

دیا، رزق میں اتنی کشادگی ہوئی کہ وہ سال خوشی کا سال کہلایا۔ (الخصائص الکبریٰ) حضرت عمر بن قتیبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اپنے والد سے سنا جو متبحر عالم تھے کہ جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت کا وقت قریب آیا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ تمام آسمانوں اور جنتوں کے دروازے کھول دو اور اس روز سورج کو عظیم نور بخشا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس سال یہ اذن جاری فرمادیا کہ حضور ﷺ کی تکمیل میں تمام دنیا کی عورتیں لڑکوں کو جنم دیں۔ (سیرت اعلیٰ)

میلاد مناسبت مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ

حضور ﷺ نے خود صحابہ کرام کو اپنے میلاد پر شکر کی ترغیب دی۔ لوگ سال میں ایک مرتبہ میلاد منانے کی مخالفت کر رہے ہیں اللہ کے حبیب ﷺ ہر ہفتہ اپنی میلاد کا دن مناتے تھے۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اسی دن میری ولادت ہوئی اسی روز میری بعثت ہوئی اور اسی روز میرے اوپر قرآن نازل کیا گیا۔ (مسلم)

حضور ﷺ کی میلاد کے موقع پر بکرے ذبح کرنا

خاتم الحفاظ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میرے نزدیک محفل میلاد کی اصل احادیث میں آپ ﷺ کا یہ عمل ہے کہ آپ ﷺ مدینہ منورہ میں اپنی ولادت طیبہ کے موقع پر جانور ذبح فرماتے اور صحابہ کی ضیافت کرتے۔

(الحاوی للفتاویٰ)

میلاد النبی ﷺ کا جشن مناسبت صحابہ بھی ہے

حضور ﷺ کے صحابہ انبیاء کے بعد افضل ترین مخلوق ہیں۔ آقا ﷺ نے

فرمایا میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں جس کی پیروی کرو گے ہدایت پا جاوے۔ جب ہم صحابہ کی زندگیوں کو دیکھتے ہیں تو وہ بھی آقا ﷺ کا میلاد مناتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ حضرت سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک روز میں اپنے اہل و عیال کے سامنے ولادت کے واقعات بیان کر رہا تھا کہ اچانک حضور سید عالم ﷺ تشریف لے آئے اور میلاد پڑھتے دیکھ کر فرمایا تم پر شفاعت حلال ہو گئی۔ (تویر فی مولد البشیر، الدر المنظم) اے میلاد منانے والے عاشقانِ رسول جھوم جاؤ۔ صحابی رسول عبد اللہ ابن عباس میلاد منا رہے ہیں اور میلاد کے صدقے آقا ﷺ کی شفاعت کا مژدہ آقا ﷺ کی زبانِ پاک سے سن رہے ہیں کیا یہ ثابت نہیں ہوتا کہ میلاد منانے والوں کو شفع المذنبین شفاعت کی خیرات عطا فرما رہے ہیں آئیے دوسری حدیثِ پاک ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ اپنے گھر والوں کو میلادِ رسول ﷺ سنا رہے تھے کہ آقا ﷺ تشریف لاتے ہیں اور فرماتے ہیں بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے رحمت کے دروازے کھول دیئے ہیں اور سب فرشتے تمہارے لئے بخشش کی دعا مانگ رہے ہیں اور جو شخص بھی تمہارے جیسا کام (ذکر میلاد مبارک) کرے گا اسے تمہارے جیسا ثواب ملے گا۔ (تویر فی مولد البشیر، الدر المنظم)

جشن میلاد اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا عمل

تمام صحابہ میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل ہیں۔ حضرت علامہ علاء الدین ابن ماجہون صاحب تفسیر احمدی فرماتے ہیں کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بارہ ربیع الاول کو سید عالم روح کائنات مصطفیٰ کریم ﷺ کی ولادت کی خوشی میں ۱۰۰ اونٹ ذبح فرماتے، مسلمانوں کی ضیافت فرماتے۔ اگر انصاف موجود ہے تو انصاف کو آواز دی

جائے کہ میلاد النبی ﷺ کے مبارک موقع پر لوگ یہ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام نے میلاد النبی نہیں منائی یہ شرک ہے بدعت ہے! مسلمانوں یہ بتاؤ کیا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بدعتی تھے معاذ اللہ؟ نہیں ہرگز نہیں تو پھر فساد کیوں پھیلا یا جا رہا ہے حق قبول کیوں نہیں کیا جاتا۔

صحابہ کا جلوس نکالنا

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آقا ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو مدینہ منورہ کی عورتوں نے اپنے گھروں کی چھتوں پر چڑھ کر اور لڑکوں اور غلاموں نے راستوں میں پھیل کر ہر طرف یا محمد یا رسول اللہ، یا محمد یا رسول اللہ کے نعرے بلند کئے۔ امام بخاری فرماتے ہیں جب آقا ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگ اتنے خوش تھے کہ ایسی خوشی اس سے پہلے انہوں نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ (زر قانی علی المواہب، مسلم شریف)

صحابہ حضور پاک ﷺ کی مدینہ منورہ آمد پر جلوس بھی نکالیں یا رسول اللہ کا نعرہ بھی لگائیں اور ہم صحابہ کی پیروی میں میلاد مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ پر جلوس نکالیں تو ہم سنت صحابہ ادا کر کے عشقِ رسول ﷺ کا ثبوت دیتے ہیں۔

جھنڈے لہرانا

حضرت امام ابو بکر قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ کائنات انسانی کی سب سے عظیم ماں حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں وقت ولادت اللہ پاک نے میری نظروں سے حجابات اٹھا دیئے اور میں نے زمین کے مشرق و مغرب کو دیکھا اور میں نے تین جھنڈے دیکھے ایک جھنڈا مشرق میں ایک مغرب میں اور ایک جھنڈا کعبۃ اللہ کی چھت پر لگایا وہ اتنا بڑا حضور ﷺ تشریف لائے اور انہوں نے سجدہ کیا۔

(مواہب اللدنیہ، مدارج النبوۃ)۔

امام قسطلانی مزید نقل فرماتے ہیں: حضرت سیدنا ابوالعاص کی والدہ بیان فرماتی ہیں کہ میں آپ ﷺ کی ولادت کے وقت موجود تھی میں نے دیکھا کہ حضرت آمنہ کا گھر انوار سے معمور ہو گیا اور میں نے ستاروں کو گھر کے اتنے قریب دیکھا کہ مجھے گمان ہوا کہ عنقریب مجھ پر گر جائیں گے۔ (مواہب اللدنیہ) اے عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ محل جاؤ! ہمارا نبی کیسا عظمت والا نبی ہے وقت ولادت قدرت نے جھنڈے مشرق و مغرب میں لہرا دیئے اور مکان آمنہ پر ستاروں کے قمقمے لگا دیئے وہ خدا ہو کر محبوب کی ولادت پر اتنا ناز اٹھاتا ہے ہم اتنی ہیں اور وفادار امتی ہیں کیوں کر نہ ہم اپنے مکان دکان گلی کو چے سجائیں اور سنتِ الہیہ بجالائیں۔

میلادِ مصطفیٰ ﷺ اور محدثین کرام

محدث ابن الجوزی اور میلادِ مصطفیٰ ﷺ: اہل مکہ و مدینہ، اہل مصر و یمن اور تمام عالم اسلام مشرق تا مغرب ہمیشہ سے حضور اکرم ﷺ کی ولادت سعیدہ کے موقع پر محافل میلاد کا انعقاد کرتے چلے آ رہے ہیں ان میں سب سے زیادہ اہتمام آپ ﷺ کی ولادت کے تذکرے کا کیا جاتا ہے اور مسلمان ان محافل کے ذریعے اجرِ عظیم اور بڑی روحانی کامیابی پاتے ہیں (المیلاد لنبی)

امام حافظ السخاوی کا جشن ولادت رسول پر نظریہ: تمام اطراف و اکناف میں اہل اسلام حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کے مہینہ میں خوشی کی بڑی بڑی محفلوں کا انعقاد کرتے ہیں۔ اس کی راتوں میں جی بھر کر صدقہ اور نیک اعمال میں اضافہ کرتے ہیں خصوصاً آپ ﷺ کی ولادت کے موقع پر ظاہر ہونے والے واقعات کا تذکرہ ان محافل

کا موضوع ہوتا ہے۔ (سبل الہدیٰ)

خاتم الحفاظ امام جلال الدین سیوطی اور میلاد رسول ﷺ: میرے نزدیک میلاد کے لئے اجتماع، تلاوت قرآن حضور ﷺ کی حیات طیبہ کے مختلف واقعات اور ولادت کے موقع پر ظاہر ہونے والی علامات کا تذکرہ ان بدعاتِ حسنہ میں سے ہے جن پر ثواب مرتب ہوتا ہے کیونکہ اس میں آپ ﷺ کی تعظیم و محبت اور آپ ﷺ کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا ہے۔ (حسن المقصد فی عمل المولود، الحاوی للمفتاویٰ)

شارح بخاری امام ابوبکر القسطلانی: ربیع الاول چونکہ حضور ﷺ کی ولادت با سعادت کا مہینہ ہے لہذا اس میں تمام اہل اسلام ہمیشہ سے میلاد کی خوشی میں محافل کا انعقاد کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اس کی راتوں میں صداقت اور اچھے اعمال میں کثرت کرتے ہیں۔ خصوصاً ان محافل میں آپ کی میلاد کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہیں محفل میلاد کی یہ برکت مجرب ہے کہ اس کی وجہ سے یہ سال امن کے ساتھ گزرتا ہے اللہ تعالیٰ اس آدمی پر اپنا فضل و احسان کرے جس نے آپ کے میلاد مبارک کو عید بنا کر ایسے شخص پر شدت کی جس کے دل میں مرض ہے (مواہب اللدنیہ جلد ۱ ص ۲۷)

محدث کبیر امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ: میلاد اور اذکار کی محافل جو ہمارے ہاں منعقد ہوتی ہیں اکثر خیر ہی پر مشتمل ہیں کیوں کہ ان میں صدقات ذکر الہی اور آپ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں ہدیہ درود و سلام عرض کیا جاتا ہے۔ (فتاویٰ حدیثیہ ص ۱۲۹)

شارح بخاری حضرت علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ: تمام ممالک کے علماء اور مشائخ محفل میلاد اور اس کے اجتماع کی اس قدر تعظیم کرتے ہیں کہ کوئی بھی اس کی شرکت سے انکار نہیں کرتا ان کی شرکت سے مقصد اس مبارک محفل کی برکات کا حصول ہوتا ہے

۔ (انوار ساطعہ ۱۴۴)

حضرت علامہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ: مکہ معظمہ میں حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کے دن میں ایک ایسی میلاد کی محفل میں شریک ہوا، جس میں لوگ آپ کی بارگاہ اقدس میں ہدیہ درود و سلام عرض کر رہے تھے اور وہ واقعات بیان کر رہے تھے جو آپ ﷺ کی ولادت کے موقع پر ظاہر ہوئے اور جن کا مشاہدہ آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے ہوا اچانک میں نے دیکھا کہ اس محفل پر انوار و تجلیات کی برسات شروع ہو گئی انوار کا یہ عالم تھا کہ مجھے اس بات کا ہوش نہیں کہ میں نے ظاہری آنکھوں سے دیکھا تھا یا فقط باطنی آنکھوں سے، بہر حال جو بھی ہو میں نے غور و خوض کیا تو مجھ پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ یہ انوار ان ملائکہ کی وجہ سے ہے جو ایسی مجالس میں شرکت پر معمور کئے گئے ہوتے ہیں اور میں نے دیکھا انوار ملائکہ کے ساتھ ساتھ رحمت باری تعالیٰ کا نزول بھی ہو رہا تھا (فیوض الحرمین ۸۱، ۸۲)

امام عرب و عجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ: مولد شریف تمام اہل حرمین کرتے ہیں اسی قدر ہمارے واسطے حجت کافی ہے اور حضرت رسالت پناہ کا ذکر کیسے مذموم ہو سکتا ہے۔ فقیر کا مشرب یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوتا ہوں بلکہ برکات کا ذریعہ سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں۔

(فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۹)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابولہب مر گیا میں نے ایک سال بعد اسے بڑے بڑے حال میں دیکھا اور کہتے ہوئے پایا تمہاری جدائی کے بعد آرام نصیب نہیں بلکہ سخت عذاب میں گرفتار ہوں لیکن سوموار کا دن آتا ہے تو میرے عذاب میں تخفیف

کردی جاتی ہے اور یہ اس وجہ کہ نبی اکرم ﷺ کی ولادت سوموار (پیر) کے دن ہوئی اور جب ثویبہ نے اس روز ابوہلب کو آپ ﷺ کی ولادت کی خبر دی تو اس نے ثویبہ کو آزاد کر دیا شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ روایت میلاد النبی ﷺ کے موقع پر خوشی اور مال صدقہ کرنے والوں کے لئے دلیل اور سند۔ ابوہلب جس کی مذمت قرآن میں نازل ہوئی۔ جب حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی میں لونڈی آزاد کر کے عذاب میں تخفیف حاصل کرتا ہے تو کیا مقام ہوگا اس مسلمان کا جس کے دل میں محبت رسول ﷺ موجزن ہے اور ایسے موقع پر خوشی کا اظہار کرے ہاں مگر بدعات مثلاً رقص غیروں کی طرح ناچنا اور غیر اسلامی اعمال سے اجتناب ضروری ہے کیونکہ اس کے ذریعہ میلاد کی برکت سے انسان محروم ہو جاتا ہے (مدارج النبوة)

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ

بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔ (مائدہ: ۱۵)

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ (الفصحی: ۱۱)

عظمت و شان مصطفیٰ ﷺ

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا

آپ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ كِنَانَةَ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ وَاصْطَفَىٰ قُرَيْشًا مِنْ كِنَانَةَ،

وَاصْطَفَىٰ مِنْ قُرَيْشٍ بَنِي هَاشِمٍ، وَاصْطَفَانِي مِنْ بَنِي هَاشِمٍ

اللہ جل جلالہ نے اسمعیل کی اولاد میں کنانہ کو چنا اور قریش کو کنانہ میں سے اور

بنی ہاشم کو قریش میں سے اور مجھ کو بنی ہاشم میں سے۔ (مسلم)

حضرت عرباض بن ساریہ سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے ارشاد فرمایا:

أَنَا دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ وَبِشَارَةِ عِيسَى قَوْمَهُ، وَرُؤْيَا أُمِّي الَّتِي رَأَتْ أَنَّهُ خَرَجَ مِنْهَا نُورٌ أَضَاءَتْ لَهُ قُصُورُ الشَّامِ

میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں، عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور اپنی والدہ کا خواب ہوں جو کہ انہوں نے میری وقت ولادت دیکھا بے شک اُن سے ایک نور خارج ہوا جس سے اُن کے لئے شام کے محلات روشن ہو گئے۔ (مسند احمد)۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَتَانِي جِبْرِيلُ فَقَالَ إِنَّ رَبِّي وَرَبَّكَ يَقُولُ كَيْفَ رَفَعْتُ ذِكْرَكَ؟ قَالَ اللَّهُ أَعْلَمُ، قَالَ إِذَا ذُكِرْتُ ذُكِرْتَ مَعِيَ

میرے پاس جبریل آئے اور انہوں نے کہا: بے شک آپ کا اور میرا رب آپ سے استفسار فرماتا ہے: میں نے آپ کا ذکر کیسے بلند کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (اے حبیب!) جب میرا ذکر کیا جاتا ہے تو آپ کا ذکر میرے ذکر کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ (مجمع الزوائد للہیثمی)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللَّهَ
جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری
نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی (متفق علیہ)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَاَلِدَيْهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ
تم میں سے کوئی شخص ایمان دار نہ ہوگا جب تک اس کے والد اور اس کی اولاد
اور تمام لوگوں سے زیادہ اس کے دل میں میری محبت نہ ہو جائے۔
(متفق علیہ)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّمَا أَنَا رَحْمَةٌ مُّهِدَاةٌ

میں رحمت ہوں اور ہدایت دینے کے لیے آیا ہوں۔ (الحاکم فی المستدرک)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ قَبْلِي نَصْرْتُ بِالزُّعْبِ مَسِيرَةً
شَهْرًا، وَجُعِلَتْ لِي الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا أَوْ أَكْبَارًا جُلِيٍّ مِنْ أُمَّتِي أَدْرَكَتْهُ
الصَّلَاةُ فَلْيَصِلْ، وَأُحِلَّتْ لِي الْغَنَائِمُ، وَكَانَ النَّبِيُّ يُعْتَصُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً
وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً، وَأُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ

مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے انبیاء کو نہیں دی گئی تھیں۔

(۱) ایک مہینے کی راہ سے میرا رب ڈال کر میری مدد کی گئی (۲) میرے لئے

تمام زمین میں نماز پڑھنے اور پاکی حاصل کرنے کی اجازت ہے۔ اس لئے

میری امت کے جس آدمی کی نماز کا وقت (جہاں بھی) آجائے اسے (وہیں) نماز پڑھ لینی چاہئے۔ (۳) میرے لئے مال غنیمت حلال کیا گیا۔ (۴) پہلے انبیاء خاص اپنی قوموں کی ہدایت کے لئے بھیجے جاتے تھے۔ لیکن مجھے دنیا کے تمام انسانوں کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا ہے۔ (۵) مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے۔ (بخاری)

بے مثال نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا تیرے خالق وحسن واداک قسم اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی عزت و شان عطا فرمائی کہ کسی کو بھی کائنات کی تخلیق سے لیکر اب تک اور نہ تو آپ کی پیدائش سے پہلے یا بعد میں اور نہیں آپ کی زندگی یا آپ کی وفات کے بعد کسی اور کو میسر ہوئی ہے۔

تخلیق کے آغاز میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے اپنے رسول کی عزت و شان افزائی یہ ہے کہ اللہ نے اولین و آخرین کے درمیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو بلند فرمایا، تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پہلے جتنے بھی نبی کو بھیجا ان سے عہد و پیمان لیا کہ اگر کسی نے بھی اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پایا تو ضروری ہے کہ ان پر ایمان لائے اور انکی مدد کرے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْنَاكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا** وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ [آل عمران]

اللہ تعالیٰ نے اس عہد و پیمان کی شان یوں بڑھائی کہ نبیوں کے ساتھ خود اللہ نے اس کی گواہی دی۔۔۔

ایمان کی اصل محبت مصطفیٰ ﷺ

صرف یہی نہیں بلکہ بندے کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا ہے جب تک کہ وہ رسول اللہ کی محبت کو اپنی جان جو اس کے پہلو میں ہے اور اپنی اولاد اور تمام لوگوں کی محبت پر مقدم نہ کرے۔ عبد اللہ بن ہشام سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ:

كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَهُوَ أَخَذَ بِيَدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا مِنْ نَفْسِي، فَقَالَ النَّبِيُّ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) «لَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ» فَقَالَ لَهُ عُمَرُ فَإِنَّهُ الْآنَ وَاللَّهِ لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي، فَقَالَ النَّبِيُّ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) الْآنَ يَا عُمَرُ

ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے اور آپ ﷺ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں، سو میری اپنی جان کے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا نہیں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ (ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا) جب میں تمہیں تمہاری اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ہر وہ اللہ! اب آپ مجھے میری پھر اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، ہاں، عمر! اب تیرا ایمان پورا ہوا۔ (بخاری)

جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے اس شخص کے شرف و منزلت کیلئے یہ کافی ہے کہ قیامت کے دن اس کا حشر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوگا۔ اور اس سے بڑھ کر کوئی عزت و شرف کا مقام نہیں ہو سکتا ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں اور رسول اللہ ﷺ مسجد سے نکل رہے تھے کہ ایک صاحب (ذو

الخویرہ یا ابوموسیٰ) نے رسول اللہ ﷺ سے قیامت کے بارے میں پوچھا کہ اے رسول اللہ! قیامت کب قائم ہوگی؟ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا أَعْدَدْتُ لَهَا؛ فَكَأَنَّ الرَّجُلَ اسْتَكَانَ، ثُمَّ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَعْدَدْتُ لَهَا كَيْدَ صِيَامٍ، وَلَا صَلَاةٍ، وَلَا صَدَقَةٍ، وَلَكِنِّي أُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ، قَالَ أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحَبَّيْتَ (رواہ البخاری)

(تم نے قیامت کے لئے تیاری کیا کی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: کچھ بھی نہیں، سو اس کے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ پھر تمہارا حشر بھی انہیں کے ساتھ ہوگا جن سے تمہیں محبت ہے۔) (بخاری)۔

رسول اللہ کی عزت و شان کی اعلیٰ مثال میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے نام کے ساتھ مخاطب نہیں فرمایا جیسا کہ پچھلے تمام نبیوں کو مخاطب کیا ہے۔ پروردگار عالم ہر نبی کو صرف ان کے نام سے مخاطب کرتا تھا۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ (البقرة)۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: يَا عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ كُنْ وَارْفَعْكَ إِلَيْنَا (آل عمران)۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: يَا نُوحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِنَّا وَبَرَكَاتٍ عَلَيْكَ (هود)۔ يَا مُوسَى ابْنِي أَنَا اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ (القصص) يَا يَحْيَى خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ (مریم) يَا مُوسَى ابْنِي أَنَا رَبُّكَ (طہ)، يَا إِبْرَاهِيمُ قَدْ صَدَقْتَ الرَّؤْيَا إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ (الصافات)، يَا زَكَرِيَّا إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهُ يَحْيَى لَمْ نَجْعَلْ لَهُ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا (مریم)

لیکن خاتم الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے القاب و آداب سے مخاطب کیا گیا جو انکی نبوت و رسالت کے شرف پر دلالت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا

أَزْمَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا (الاحزاب: ۲۰) ارشاد باری ہے: يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ (المائدة: ۶۷) اتنا ہی نہیں بلکہ اللہ عزوجل نے امت کو منع کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیکر آپ کو پکارا جائے، جیسا کہ دیگر امتیں اپنے نبیوں کو ان کے نام سے پکارتی تھیں، اور اسکی خلاف ورزی کرنے والوں کو سخت عذاب کی دھمکی دی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ مِنْكُمْ لِوَاذٍ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (النور: ۶۳)

اسی طرح اللہ عزوجل کا اپنے رسول کی عزت افزائی میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور پیروی کا واجب ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا (الاحزاب: ۲۱) یہ آیت کریمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال کی اتباع اور پیروی کے وجوب کی بڑی دلیل ہے۔ کیا ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہیں؟

اللہ عزوجل کا اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت افزائی میں سے یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں ان پر درود بھیجا ہے، اور ان کے فرشتے بھی درود بھیجتے ہیں اور مومنوں کو بھی اسکی ترغیب دیا ہے کہ وہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (الاحزاب: ۵۶)

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت افزائی میں سے یہ ہے کہ اللہ

تعالیٰ نے انکی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے، جبکہ دیگر انبیاء کے سلسلے میں یہ بات نہیں ہے۔ نبیوں پر انکی قوم نے الزام لگایا تو وہ خود اپنا دفاع کرتے تھے۔ حضرت نوح کو انکی قوم نے گمراہی کا الزام لگایا۔ اس بات کے بارے میں قرآن کریم فرماتا ہے: **قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرَاكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ (الأعراف: ۶۰)**۔ نوح علیہ السلام خود اپنا دفاع کرتے ہیں۔ ارشاد باری ہے: **يَا قَوْمِ لَيْسَ بِي ضَلَالَةٌ وَلَكِنِّي رَسُولٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ أُبَيِّنْ لَكُمْ رَسُولًا لَكُمْ وَانصَحْ لَكُمْ وَأَعْلَمْ مِنْ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ (الأعراف)**۔ قوم ہود علیہ السلام نے انہیں حماقت اور جھوٹ کا یہ الزام لگایا: **إِنَّا لَنَرَاكَ فِي سَفَاهَةٍ وَإِنَّا لَنُظَنُّكَ مِنَ الْكَاذِبِينَ (الأعراف)** تو انہوں نے خود اپنا دفاع کرتے ہوئے کہا: **يَا قَوْمِ لَيْسَ بِي سَفَاهَةٌ وَلَكِنِّي رَسُولٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ أُبَيِّنْ لَكُمْ رَسُولًا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ [الأعراف]** لیکن خاتم الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم نے جب جب انہیں بہتان تراشی کی اور ان پر جھوٹا الزام لگایا تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کی ذمہ داری خود لے لی۔ جب قوم نے ان پر شرع ہونے کا الزام لگایا، ارشاد باری ہے: **{بَلْ قَالُوا أَضَلَّاتُ أَهْلًا مِمَّنْ بَلَّ افْتِرَاقُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ فَلْيَمِيزْ بَآيَةٍ كَمَا أُرْسِلَ الْأَوَّلُونَ [الأنبياء]** تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف سے جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُبِينٌ [یس]**

جب کفار نے کہا کہ یہ کاہن ہیں وہی جکتے ہیں جو شیطان انکو بتاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے انکو یوں جواب دیا: **فَذَكِّرْ فَمَا أَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَلَا مَجْنُونٍ (الطور)** تو اللہ تعالیٰ نے نبی کے دفاع میں قسم کھائی، اور اس سے بڑھ کر عظیم کوئی قسم نہیں ہو سکتی، اور قرآن اور وحی کے سچ ہونے کی تصدیق اور انکے اتہام اور افتراء کے رد میں یوں فرمایا: **فَلَا**

أَقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُونَ ۖ وَمَا لَا تَبْصِرُونَ ۖ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۖ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلًا مَّا تُؤْمِنُونَ ۖ وَلَا يَقُولُ كَاهِنٌ قَلِيلًا مَّا تَدَّكَّرُونَ ۖ تَنْزِيلٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ (الحاقة)

جب ان لوگوں نے کبھی یہ کہا کہ جادوگر ہیں تو اللہ نے ان الفاظ میں جواب دیا: كَذَلِكَ مَا أَتَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ (الذاریات) اور کبھی یہ کہا کہ ان پر جادو کا اثر ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں جواب دیا: وَقَالَ الظَّالِمُونَ إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَسْحُورًا ۖ انْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا (الفرقان)

جب ان لوگوں نے کہا کہ پاگل ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے انکایوں جواب فرمایا: أَمْرٌ يَقُولُونَ بِهِ جِنَّةٌ بَلْ جَاءَهُمْ بِالْحَقِّ ۖ وَآكَثَرُهُمْ لِ الْحَقِّ كَارِهُونَ (المؤمنون) اور ارشاد ہے: ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ۖ مَا أَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ ۖ وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَنُُونٍ ۖ وَإِنَّكَ لَعَلَّ خُلِقْتَ عَظِيمٍ (القلم)

جب اس قوم نے ان پر گمراہی اور کج روی کا الزام لگایا تو اللہ نے انکو یوں جواب دیا: وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ ۖ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ۖ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۖ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ (النجم) بلکہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین سے آپ ﷺ کی حفاظت اور آپ ﷺ کی حمایت اور تائید خود اپنے ذمہ لے لیا ارشاد ہے: يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَدِّعْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ۚ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَغْتَ رِسَالَتَهُ ۚ وَاللَّهُ يَعْصِيكَ مِنَ النَّاسِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ (المدثر)

اسی طرح اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت افزائی میں سے

آپ e کی رسالت کا عام ہونا بھی ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کسی خاص نسل یا کسی خاص قوم تک منحصر نہیں ہے، بلکہ یہ رسالت تمام لوگوں کیلئے عام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر امت کیلئے مخصوص نبی بھیجا، اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام لوگوں کیلئے عام بنا کر بھیجا، اور قرآن کریم نے اس بات کی وضاحت کی ہے۔ ارشاد باری ہے: وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (سبا)

اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپ کی عزت افزائی میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیگر انبیاء علیہ السلام پر فضیلت دی ہے، تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء اور رسول پر افضلیت بخشی ہے۔ یہ بات قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے اس قول سے واضح ہے: تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ ”(البقرة) اس بات پر محققین اور مفسرین علماء کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول: وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت عالی مقام ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر زندہ و جاوید معجزہ قرآن کریم اتارا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت گزشتہ رسالتوں کی خوبیوں کو یکجا کرنے والی رسالت ہے۔

الحمد للہ! قرآن مقدس میں صراحت کے ساتھ میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر موجود ہے اختصار ملحوظ ہے ورنہ اور بھی آیتیں ہیں جو طوالت کے خوف سے درج نہیں کی گئیں۔ جس طرح قرآن مقدس میں میلاد مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر موجود ہے اسی طرح احادیث پاک میں بھی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی میلاد کا تذکرہ موجود ہے۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیر کے دن

روزہ رکھنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اسی دن میری ولادت ہوئی اسی روز میری بعثت ہوئی اور اسی روز میرے اوپر قرآن نازل کیا گیا۔ (مسلم)

حضرت غریب بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت حضور ﷺ نے فرمایا میں دعائے غلیل ہوں اور بشارت عیسیٰ ہوں اور اپنی ماں کا وہ خواب ہوں جو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا ان سے ایک نر نکلا جس سے انہوں نے شرم کے مَخَلات کو دیکھا۔ (مشکوٰۃ)

حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا سب سے پہلے اللہ نے میرے نور کو پیدا فرمایا اور ساری کائنات کو میرے نور سے نور میں اللہ کے نور سے ہوں (مصنف عبد الرزاق) ذکر ولادت کی احادیث سے کتب احادیث بھری پڑی ہیں مگر اختصار کی وجہ سے ہم نے تین احادیث پر اکتفا کیا آئیے جب قرآن و سنت سے ذکر ولادت مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ ثابت ہے تو دیکھیں کس کس نے جشن میلاد منایا تاکہ معلوم ہو کہ میلاد منانے والے بدعتی نہیں ہیں بلکہ سنت رسول اور اسلاف کے طریقہ پر ہیں اور حب رسول ﷺ کی بنیاد پر جنت کے حقدار ہیں۔

آمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتظار

الحمیری نے اپنے مشیروں سے اس بابت بھی رائے طلب کی، فیصلہ کیا گیا کہ اہل یثرب کے معززین سے رابطہ کیا جائے۔ چنانچہ یمنی فوج کا ایک وفد شہر کی بار سوخ اور محترم شخصیات سے ملا۔ انہوں نے بتلایا کہ ہم اہل یثرب مختلف قوموں، نسلوں اور علاقوں کے باشندے ہیں جو اپنے آبائی اوطان چھوڑ کر اس شہر میں اس لئے آکر آباد ہوئے ہیں کہ ہم کو

یہ بتایا گیا کہ یثرب، سرزمین عرب کی وہ وادی ہے جہاں کائنات کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر آباد ہونگے اور پھر اسی بستی کو اپنی جائے سکونت بنالیں گے۔ چنانچہ ہم ایک عرصہ سے اس نبی برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتظار کر رہے ہیں۔

یمنی وفد نے واپس جا کر جب یہ حیرت انگیز بات شاہ یمن کو بتائی تو وہ بے حد متاثر و حیران ہوا۔ رسول آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کا تذکرہ سن کر اس کا دل گداز ہو گیا اور آنکھوں میں اشکوں کی نمی چھلکنے لگی۔ وہ اس خواہش سے بے تاب ہو گیا کہ کاش وہ بھی اس برگزیدہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کر سکے۔ اس شوقِ زیارت نے اس کے پیکر جسمانی میں اضطراب و اشتیاق دیدی کہ ایک لہر دوزادی۔

ایک ہزار سال قبل استقبالِ میلادِ جلوس

وہ شب، شاہ یمن کی زندگی میں آنے والی سب سے انوکھی اور مضطرب شب تھی۔ اس شب کی صبح بیدار ہو کر اعمیری نے اپنے فوجیوں کے ہمراہ شہر یثرب کی گلی کو چوں اور بازاروں میں ایک بڑے جلوس کی شکل میں گھومنا شروع کیا۔ یہ جلوس اتنی شاندار طریقے اور نظم و ضبط سے شہر کے مختلف علاقوں میں گھومتا رہا کہ اہل یثرب ان لوگوں کے ذوق و شوق اور عقیدت کو دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے۔ تبع اعمیری بہ نفس نفیس خوش الحانی اور سوز و گداز سے دل میں اتر جانے والے عقیدت و احترام سے بھرپور اشعار بلند آواز سے پڑھتے جا رہے تھے۔ ذیل میں ان سے چند منتخب اشعار بطور نمونہ پیش خدمت ہیں:

شہدت علی احمد انہ رسول من اللہ باری النسم

ولو مد عبری الی عمرہ لکننت وزیرا له وابن عم

وجاہدت بالسيف اعداءه وفرجت عن صدره كل غم

”میں گواہی دیتا ہوں کہ احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے برحق رسول ہیں، وہ اللہ جواروح کو پیدا فرمانے والا ہے۔ اگر میری عمر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کے زمانہ تک باقی رہی تو میں ضرور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد بیٹے کی طرح آپ کا مدد و معاون بنوں گا اور شمشیر بکف ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں سے ایسا جہاد کروں گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام دلی غم دور ہو جائیں۔“

(ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ (مدینہ پر حملہ)، 1: 21، 22)

عالمی تاریخ کا یہ ایک نہایت حیرت انگیز واقعہ ہے کہ ولادت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دس صدیاں پہلے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک عظیم الشان جلوس شاہ یمن کی زیر قیادت اُسی شہر میں بڑے ترک و احتشام سے نکالا گیا جس شہر کے باسی اسی نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی آس لگائے ان کی راہ دیکھ رہے تھے۔

تاریخی شواہد اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ جلوس اتنا وجد آفرین تھا کہ حلاوت و عقیدت میں ڈوبے ہوئے اشعار کے علاوہ اس جلوس میں شامل لوگ ”یا محمد یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)“ کے ایمان افروز نعرے بھی لگا رہے تھے جس سے ارد گرد کا ماحول نہایت رقت آمیز ہو گیا تھا۔

زیارت مصطفیٰ کی نیت سے مدینہ میں سکونت

مورخین رقمطراز ہیں کہ تیج الحمیری کے ہمراہ اس جلوس میں علماء و فضحاء، دانشور اور اہل قلم کی ایک کثیر تعداد بھی شریک تھی۔ ان میں سے علماء کی ایک جماعت نے شاہ یمن سے یہ کہا کہ ان کو اسی شہر میں مستقل سکونت اختیار کرنے کی اجازت دی جائے تاکہ زیارت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرفراز و فیض یاب ہو سکیں۔ شاہ یمن نے جواب دیا

کہ میں خود بھی ایک سال تک میثرب میں ہی قیام کروں گا، ممکن ہے اس دوران آمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مژدہ جاں فزائے لوں مگر رب کریم کو ابھی یہ منظور نہ تھا کیونکہ جان کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت میں ابھی ایک ہزار چالیس سال باقی تھے۔ جب یہ پورا سال گزر گیا تو شاہ یمن نے اپنی روانگی سے پہلے ایک مکتوب بحضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تحریر کیا اور ڈبہ میں بند کر کے شامول نامی ایک عالم کو امانتاً یہ کہہ کر دیدیا کہ اگر آپ کو یہ زیارت نصیب ہو تو میرا عاجزانہ یہ مکتوب آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ یکس پناہ میں پیش کر دینا۔ اگر ایسا ممکن نہ ہو سکے تو اپنی آنے والی نسلوں کو امانتاً یہ خط منتقل کرتے رہنا یہاں تک یہ اس خوش نصیب انسان تک پہنچ جائے جسے رسول محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت و دیدار نصیب ہو۔ تب الحمیری کے اس مکتوب کا خلاصہ درج ذیل ہے:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام تبج الحمیری کا مکتوب

”اے رسول آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کتاب پر ایمان لایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رب پر جو تمام جہانوں کا مالک و مولیٰ ہے میں ایمان لایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رب کی طرف سے ایمان اور اسلام کی جو فضیلتیں نازل ہوئیں میں نے ان کو قبول و تسلیم کیا۔ اگر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پایا تو میں نے گویا نعمت حاصل کر لی اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے لئے روز قیامت شفاعت فرمادیں اس لئے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولین امت میں سے ہوں، لہٰذا اس روز مجھے فراموش نہ کیجئے گا کیونکہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع، تشریف آوری اور اللہ کی طرف سے مبعوث بہ رسالت

ہونے کی تصدیق کی ہے۔“

یہ مکتوب عقیدت شاہ یمن کی ہدایت کے مطابق شامول کی نسل میں مسلسل سفر کرتا ہوا مشہور صحابی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ تک جا پہنچا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت مدینہ کے وقت صدیوں پرانا یہ راز اس وقت افشا ہوا جب ناقہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے گھنے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے ٹیک دیئے اور پھر یہی گھر آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یثرب میں پہلی قیام گاہ بنا کیونکہ تبع الحمیری کا وہ مکتوب 21 ویں پشت سے انہی کے پاس من وعن موجود تھا۔

”مرحبا یا الاخ الصالح“

جب یہ مکتوب انہوں نے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اسے پڑھنے کا حکم دیا۔ اس مکتوب کو بغور سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ صرف تبع الحمیری کا مسلمان ہونا قبول فرمایا بلکہ اس کی پیش کردہ شفاعت کی عرض داشت بھی منظور فرمائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبع الحمیری کے پیام محبت سے اتنے مسرور و شاد داں اور متاثر ہوئے کہ بے ساختہ لب ہائے مبارک پر تین بار مرحبا یا الاخ الصالح کے الفاظ ادا ہوئے یعنی میں اپنے صالح بھائی تبع الحمیری کو مرحبا کہتا ہوں۔ (شامی، سبل الہدی والرشاد، 3: 274)

لہذا ثابت ہوا کہ بعثت نبوی سے 1040 سال پہلے شاہ یمن نے عقیدت و محبت میں ڈوب کر یثرب کی گلیوں اور بازاروں میں میلاد الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پہلا ارضی جلوس نکالا تھا۔ اسی وقت اپنے ساتھیوں سمیت وہ رسالت و نبوت پر ایمان لا کر مسلمان ہو گیا تھا۔ اس طرح یہ تمام یمنی لوگ سابقون والا ولون میں شمار ہوئے۔

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

عید میلاد النبی، یا جشن عید میلاد النبی یا صرف میلاد النبی (مَوْلِدُ النَّبِيِّ) ایک اسلامی تہوار یا خوشی کا دن ہے جو مسلمان مناتے ہیں۔ یہ دن مسلمان ہر سال اپنے نبی محمد مصطفیٰ کی ولادت کی مناسبت سے مناتے ہیں۔ یہ ربیع الاول کے مہینہ میں آتا ہے جو اسلامی تقویم کے لحاظ سے تیسرا مہینہ ہے۔ ویسے تو میلاد النبی اور محافلِ نعت کا انعقاد پورا سال ہی جاری رہتی ہیں، لیکن خاص ماہِ ربیع الاول میں عید میلاد النبی کا تہوار پوری مذہبی عقیدت اور احترام سے منایا جاتا ہے۔ یکم ربیع الاول سے ہی مساجد اور دیگر مقامات پر میلاد النبی اور نعت خوانی (مدحِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی محافل شروع ہو جاتی ہیں جن علماء کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت، آپ کی ذات مبارکہ اور سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ اسی طرح مختلف شعراء اور ثناء خوان رسول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں نعتیں گھائے عقیدت اور درود و سلام

پیش کرتے ہیں۔ 12 ربیع الاول کو کئی اسلامی ممالک میں سرکاری طور پر عام تعطیل ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ امریکہ، برطانیہ، کینیڈا، کوریا، جاپان اور دیگر غیر اسلامی ممالک میں بھی مسلمان کثرت سے میلاد النبی اور نعت خوانی کی محافل منعقد کرتے ہیں۔

وجہ تسمیہ اور مختلف ممالک میں دیگر نام

لفظ مولید کا مصدر ولد ایک عربی لفظ ہے۔ جس کے معنی تولید، یا جنم دینا، یا وارث

کے ہیں۔ (قاموس المنجد)

عصری دور میں مولد یا مولود لفظ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت

مبارکہ کو کہتے ہیں۔

میلاد النبی کے دیگر نام مختلف ممالک میں:

عید المولد النبوی۔ ولادت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (عربی)

عید میلاد النبی۔ ولادت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اردو)

عید میلاد النبی۔ (بنگلادیش، سری لنکا، مالدیپ جنوبی بھارت)

مولد النبی۔ (مصری عربی)

المولد۔ تیونس عربی (تیونس عربی)

گامو: (اولوف زبان)

مولود صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (عربی)

مولد النبی: (عربی)

مولید الرسول: (ملائی)

مولید نبی: (انڈونیشیائی زبان)

مولود نبی: (بلیشیائی)

مولیدی: (سواحلی زبان ها و سازبان)

مولود شریف: (Dari / اردو)

مولود این - نبوی ایشریف :- (الگیری)

مولود شریف / مولت شریف: (ترکی زبان)

مولود / مولود: (بوسنین)

میولید: (البانوی)

میلاد یمیر اکرم: (فارسی)

مولود: (جاوانیس)

نبی جیانی / مہانہ جیانی: (سنسکرت زبان جنوبی ہند کی زبانیں) مہا کا مطلب "عظیم"

یوم النبی: (عربی)

لفظ میلاد و مولد کا اولین استعمال

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے احوال کے اظہار و برکات کے سلسلہ میں لفظ میلاد کا اولین استعمال جامع ترمذی میں ہے، جو صحاح ستہ میں سے ایک حدیث کی کتاب ہے۔ اس میں ایک باب بعنوان ماجاء فی میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اس بات سے لفظ میلاد کے اولین استعمال کا نشانہ ہی ہو جاتی ہے۔ اس باب میں وہ روایات جمع ہیں جن میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کا ذکر ہے۔ (میلاد النبی، تحقیق - تنقید)

میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریبات

میلاد اکثر اسلامی ممالک میں منایا جاتا ہے، اور دیگر ممالک جہاں مسلمانوں کی بڑی تعداد

ہے وہاں پر بھی، جیسے بھارت، برطانیہ، کینیڈا، اور روس وغیرہ۔ لیکن عرب ممالک سعودی عرب کویت اور بحرین میں اس دن سرکاری سطح پر چھٹی نہیں ہوتی۔ متبول اسلامی تعطیلات کی رسمی تقریبات میں شرکت کو اسلامی احیاء کے اظہار کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ میلاد کا جشن منانے کے لیے بظاہر عام مسلمانوں کا کوئی ایک واضح مقصد متعین نہیں ہے، جشن مقدس اور حرمت کے نام پر کیا جاتا ہے۔

اس دن مسلمانوں کی ایک تعداد روزہ رکھتی ہے۔ جس کی وجہ اسلام میں شکر نعمت پر نماز یا روزہ رکھنے کی سنت ہے، خود محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق احادیث میں آیا ہے کہ وہ ہر پیر کے دن اپنی ولادت کی یاد میں روزہ رکھا کرتے (کیونکہ یہی ان کی پیدائش کا دن ہے)۔ (مسلم، بیہقی، سنن نسائی)

میلاد النبی ﷺ کا جلوس

اس دن کئی ممالک میں خاص کر پاکستان، بھارت، ملائیشیا، بنگلہ دیش وغیرہ میں عوامی جلوس نکالے جاتے ہیں، سڑکوں، چوراہوں کو سجایا جاتا ہے، جگہ جگہ کھانے پینے کا بندوبست کیا جاتا ہے، اور منج بنائے جاتے ہیں، جن پر علماء سیرت کا بیان کرتے ہیں جو اس دن عام طور پر معجزات نبوی، ولادت نبوی، میلاد بطور نعمت کے تشکر جیسے عنوانات پر ہوتے ہیں۔ نعت خواں پارٹیاں ٹولیوں کی صورت نعتیں پڑھتی ہیں، اور جلوس مخصوص راستوں سے ہوتے ہوئے منزل پر اختتام پزیر ہوتا ہے۔ یہ جلوس عام طور پر 12 کو نکالے جاتے ہیں، لیکن پورا مہینا ہی شہر کے الگ الگ گوشوں میں چھوٹے پیمانے پر بھی جلوس، ریلیاں اور گھروں میں مجالس میلاد کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

میلاد مصطفیٰ ﷺ کی تاریخ

میلاد کی ابتداء (عین ولادت کے دن پیدائش کی خوشی میں کچھ اعمال کا بجالانا) کی وجوہات میں ربیع الاول میں مکہ شہر میں جائے ولادت پر مسلمانوں کا جانا اور قرآن خوانی کرنا، نعت گوئی کرنا اور درود وغیرہ پڑھنا شامل ہے۔

(میلاد یا مولود، انسائیکلو پیڈیا آف اسلام)

ڈاکٹر ابن میری شمل نے مجالس میلاد کے انعقاد اور میلاد کی ابتداء اور فروغ کے بارے میں جو رائے دی ہے اس لحاظ سے یا سلسلہ چوتھی صدی ہجری سے شروع ہوا ہے۔

امام سخاوی فرماتے ہیں کہ میلاد منانے کا رواج تین صدی بعد ہوا ہے اور اس کے بعد سے تمام ممالک میں مسلمان عید میلاد النبی مناتے چلے آ رہے ہیں۔ (محمد رسول اللہ، صفحہ ۳۳) مروج میلاد کے سلسلہ میں سید سلیمان ندوی اپنی رائے میں لکھتے ہیں (سیرت النبی)

کہ جس نے اس مہینے کو ولادت نبوی کی یادگار اور محفل میلاد کا زمانہ بنایا۔ ملک معظم مظفر الدین ابن زین العابدین وہ پہلا شخص ہے، جس نے مجلس میلاد (سرکاری طور پر) قائم کی۔

ابن خلکان نے ملک مظفر شاہ اربل (549ھ تا 630ھ) کے حال میں لکھا ہے مولود شریف بڑی دھوم دھام اور تزک و احتشام سے منایا کرتا تھا، یہ صلیبی جنگوں کا دود تھا۔ اس کے لیے ابن وحیہ (متوفی 633ھ) نے 604ھ میں کتاب التئویر فی مولد السراج المنین لکھی تھی

اور بادشاہ نے اسے انعام و اکرام سے نوازا تھا، وہ مشاہیر فضلاء میں سے تھا۔

جلال الدین سیوطی کے شاگرد، محمد بن علی یوسف دمشقی شامی نے سیرت شامی (سبل الدی و الدشاد فی سیرۃ خیر العباد) میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے مولود عمر بن محمد موصلی نے کیا تھا جو ایک نیک آدمی مشہور تھے اور ان کی پیروی سلطان اربل نے کی۔

مگر حسن شہنشاہ کی تحقیق کے مطابق سلطان اربل سے بھی پہلے سرکاری مجلس میلاد شاہ سلجوقی نے منائی؛ سلطان ملک شاہ سلجوقی نے 485ھ میں ایک مجلس مولود دھوم دھام سے بغداد میں منعقد کی۔ اس کا چرچا ہوا کیونکہ یہ سرکاری طور پر تھی اس لیے اس کا تذکرہ تاریخ کا حصہ بن گیا۔ ورنہ عوامی طور پر یہ دن عوام اپنے اپنے انداز میں منا رہی تھی۔

عقد حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب اور حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہما

حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب قریش مکہ کے وہ حسین و جمیل، مردانہ وجاہت کا شاہکار نوجوان تھے جن کے حسن کی انتہا وہ نور نبوت تھا جو پیدائش سے لے کر آج تک ان کی روشن اور کشادہ پیشانی میں ستاروں کی مانند چمکتا تھا۔ اسی نور کے باعث ان کے حسین چہرے میں ایسی بھرپور مقناطیسیت پیدا ہو گئی تھی کہ اپنے پرائے سب ان کے گرویدہ تھے۔ ان کی جانب کھنچے چلے آتے تھے۔ اسی نور کی کشش کے باعث قریش مکہ کی تمام دوشیزائیں اپنے دل میں آپ علیہ السلام کی خواہش رکھتی تھیں اور آپ ﷺ سے نکاح کر کے اس نور کی امین بننا چاہتی تھیں۔ ان میں سے چند نے تو موقع ملنے پر نہایت شائستہ اور مہذب انداز میں حضرت عبداللہ سے اس خواہش کا اظہار بھی کر دیا تھا۔ انہی خواتین میں

سے ایک کا نام فاطمہ بنت مریثا یا جاتا ہے یہ نہایت با کردار اور کتب سادگی کی عالمہ تھیں تمام قریش کی طرح ان کے علم میں بھی یہ بات تھی کہ حضرت عبدالمطلب نے اپنے بیٹے حضرت عبد اللہ کے بچ جانے کی خوشی میں سواون قربان کئے ہیں۔ وہ بھی زندگی کے شب و روز میں حضرت عبد اللہ کی پیشانی میں چمکتے نور کا مشاہدہ کیا کرتی تھیں اور اپنے دل میں اس نور کو پانے کی خواہش رکھتی تھیں۔ ایک روز انہوں نے حضرت عبد اللہ سے اس خواہش کا اظہار بھی کر دیا اور کہا اے عبد اللہ! آپ کے والد نے آپ کی زندگی کی خوشی میں جتنے اونٹ قربان کئے تھے میں اتنے ہی اونٹ دینے کو تیار ہوں اگر آپ مجھ سے نکاح کر لیں، حضرت عبد اللہ علیہ السلام نے بوجہ انکار کر دیا۔ جب حضرت عبد اللہ کی شادی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے ہو گئی تو اس عالمہ نے اپنی خواہش کی وضاحت اس طرح کی۔ ”اے عبد اللہ میں کوئی بد کردار عورت نہیں ہوں میں آپ کی جانب اس لئے مائل ہو گئی تھی کیونکہ آپ کی پیشانی میں نور نبوت چمکتا تھا۔“

یہ خواہش محض ایک عورت کی نہیں تھی ایسی کئی اور خواتین بھی تھیں انہی میں مکہ کی وہ عورت بھی تھی جو کاہنہ ہونے کے ساتھ ساتھ تورات اور انجیل کی عالمہ بھی تھی۔ جب حضرت عبدالمطلب، حضرت عبد اللہ کو لے کر بغرض نکاح قبیلہ بنو ہرہ روانہ ہوئے تو راستے میں اس عورت یعنی فاطمہ شمعہ سے ملاقات ہوئی۔ فاطمہ نے حضرت عبد اللہ کی پیشانی میں نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چمکتے دیکھا تو فوراً سب کچھ بھانپ کر اس نور پر ہزار جان سے فریفتہ ہو گئی اور حضرت عبد اللہ کو نکاح کا پیغام دیا۔ حضرت عبد اللہ نے جواب دیا ابھی تو ہم جارہے ہیں واپسی پر تجھ سے بات ہوگی۔

اہل کتاب بعض علامتوں اور نشانیوں سے پہچان گئے تھے کہ نبی آخر الزماں صل

اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود گرامی حضرت عبداللہ کے صلب میں ودیعت ہے۔ وہ ان کے دشمن بن کر ہلاکت کے درپے ہو گئے۔ اور اطراف و جوانب سے ان کو ہلاک کرنے کے ارادے سے مکہ آنے لگے۔ یہاں انہوں نے عجیب و غریب آثار و قرآن کا مشاہدہ کیا اور وہ خائب و خاسر بے نیل و مرام لوٹ گئے۔۔۔

ایک دن حضرت عبداللہ شکار کے لئے تشریف لے گئے تو اہل کتاب کی ایک بہت بڑی جماعت شام کی جانب سے تلوار سونت کر حضرت عبداللہ کے قتل کے ارادے سے نمودار ہوئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کے والد حضرت وہب بن مناف (حضور کے نانا) جو کہ قبیلہ بنو زہرہ کے سردار تھے، بھی جنگل میں موجود تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ چند سوار جن کی شکل و صورت اس دنیا کے لوگوں سے مشابہ نہ تھی غیب سے ظاہر ہوئے اور وہ اس حملہ آور گروہ کو حضرت عبداللہ کے آگے سے دور کرنے لگے۔ وہب بن مناف نے گھر آ کر اپنے گھر والوں سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنی بیٹی کی سیدہ آمنہ کا نکاح حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب سے کر دوں۔ اور پھر یہ بات اپنے دوستوں کے ذریعہ حضرت عبدالمطلب کی خدمت میں پہنچائی۔ حضرت عبدالمطلب بھی یہی چاہتے تھے کہ عبداللہ کی شادی ہو جائے۔ اس سلسلہ میں وہ کسی ایسی عورت کی جستجو میں تھے جو شرف حسب و نسب اور عفت میں ممتاز ہو۔ آمنہ بنت وہب میں یہ صفات موجود تھیں۔

وقت گزرتا گیا اور قبیلہ بنو زہرہ کے مرحوم سردار وہب کی بیٹی اور موجودہ سردار وہیب کی بھتیجی بی بی آمنہ کی اعلیٰ ترین سیرت و کردار کے چرچے زبان زد خاص و عام ہو گئے۔ بی بی آمنہ بھی حضرت عبداللہ کی مانند حسین سیرت و حسن صورت کا مکمل اور بے مثل نمونہ تھیں۔ حضرت عبداللہ اپنے والد کے ہمراہ قبیلہ بنو زہرہ پہنچے یہاں حضرت عبدالمطلب

نے اپنے لاڈ لے بیٹے کے ساتھ حضرت بی بی آمنہ کے نکاح کی خواہش کا اظہار کیا۔ وہیب کو قریش مکہ کے اعلیٰ ترین گھرانے کے اتنے بہترین رشتے سے بھلا کیونکر انکار ہو سکتا تھا چنانچہ حضرت عبداللہ کا نکاح حضرت بی بی آمنہ سے ہو گیا اور یوں دو پاکیزہ روحیں نکاح کے مقدس بندھن میں بندھ گئیں۔ حضرت عبداللہ تھوڑا عرصہ وہاں قیام کرنے کے بعد اپنی عفت مآب دلہن کو لے کر واپس مکہ آ گئے۔

انہی دنوں میں حضرت عبداللہ کا گزرا ایک بار پھر فاطمہ شمعہ کے قریب سے ہوتا ہے۔ آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا کہ تو نے ہمیں نکاح کا پیغام دیا تھا اس وقت ہم نے تجھے جواب نہیں دیا تھا۔ آج تو اپنی مرضی بتا۔ فاطمہ نے ایک بار پھر آپ کے چہرے کی طرف دیکھا اور افسوس سے جواب دیا۔ اے عبداللہ! اب مجھے آپ سے شادی کی خواہش نہیں رہی کیونکہ جس نور کی تمنائیں، میں آپ سے نکاح کرنا چاہتی تھی وہ نور تو خوش نصیب آمنہ رضی اللہ عنہا لے گئی اب میں آپ سے شادی کر کے کیا کروں گی؟

ان پاکیزہ ہستیوں کی تزویج 19 جمادی الثانی کو ہاتھیوں والے سال یا اس سے ایک سال قبل ہوئی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ ہمارے حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے والد ماجد ہیں۔ یہ عبد المطلب کے تمام بیٹوں میں سب سے زیادہ باپ کے لاڈ لے اور پیارے تھے۔ چونکہ ان کی پیشانی میں نور محمدی اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ جلوہ گر تھا اس لئے حسن و خوبی کے پیکر، اور جمال صورت و کمال سیرت کے آئینہ دار، اور عفت و پارسائی میں کیتائے روزگار تھے۔ قبیلہ قریش کی تمام حسین عورتیں ان کے حسن و جمال پر فریفتہ اور ان سے شادی کی

خواست گارتھیں۔ مگر عبدالمطلب ان کے لئے ایک ایسی عورت کی تلاش میں تھے جو حسن و جمال کے ساتھ ساتھ حسب و نسب کی شرافت اور عفت و پارسائی میں بھی ممتاز ہو۔ عجیب اتفاق کہ ایک دن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شکار کے لئے جنگل میں تشریف لے گئے تھے ملک شام کے یہودی چند علامتوں سے پہچان گئے تھے کہ نبی آخر الزماں کے والد ماجد یہی ہیں۔ چنانچہ ان یہودیوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بارہا قتل کر ڈالنے کی کوشش کی۔ اس مرتبہ بھی یہودیوں کی ایک بہت بڑی جماعت مسلح ہو کر اس نیت سے جنگل میں گئی کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تنہائی میں دھوکہ سے قتل کر دیا جائے مگر اللہ تعالیٰ نے اس مرتبہ بھی اپنے فضل و کرم سے بچا لیا۔ عالم غیب سے چند ایسے سوار ناگہاں نمودار ہوئے جو اس دنیا کے لوگوں سے کوئی مشابہت ہی نہیں رکھتے تھے، ان سواروں نے آ کر یہودیوں کو مار بھگایا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بحفاظت ان کے مکان تک پہنچا دیا۔ ”وہب بن مناف“ بھی اس دن جنگل میں تھے اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھا، اس لئے ان کو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بے انتہا محبت و عقیدت پیدا ہو گئی، اور گھر آ کر یہ عزم کر لیا کہ میں اپنی نور نظر حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے کروں گا۔ چنانچہ اپنی اس دلی تمنا کو اپنے چند دوستوں کے ذریعہ انہوں نے عبدالمطلب تک پہنچا دیا۔ خدا کی شان کہ عبدالمطلب اپنے نور نظر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے جیسی دلہن کی تلاش میں تھے، وہ ساری خوبیاں حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بت وہب میں موجود تھیں۔ عبدالمطلب نے اس رشتہ کو خوشی خوشی منظور کر لیا۔ چنانچہ چوبیس سال کی عمر میں حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح ہو گیا اور نور محمدی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

منقل ہو کر حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شکم اطہر میں جلوہ گر ہو گیا اور جب حمل شریف کو دو مہینے پورے ہو گئے تو عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھجوریں لینے کے لئے مدینہ بھیجا، یا تجارت کے لئے ملک شام روانہ کیا، وہاں سے واپس لوٹتے ہوئے مدینہ میں اپنے والد کے نہال ”بنوعدی بن نجار“ میں ایک ماہ بیمار رہ کر پچیس برس کی عمر میں وفات پا گئے اور وہیں ”دارناغہ“ میں مدفون ہوئے۔

(زرقاتی علی المواہب ج ۱ ص ۱۰۱ و مدارج جلد ۲ ص ۱۴)

قافلہ والوں نے جب مکہ واپس لوٹ کر عبدالمطلب کو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیماری کا حال سنایا تو انہوں نے خبر گیری کے لئے اپنے سب سے بڑے لڑکے ”حارث“ کو مدینہ بھیجا۔ ان کے مدینہ پہنچنے سے قبل ہی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راہی ملک بقاء ہو چکے تھے۔ حارث نے مکہ واپس آ کر جب وفات کی خبر سنا تو سارا گھر ماتم کدہ بن گیا اور بنو ہاشم کے ہر گھر میں ماتم برپا ہو گیا۔ خود حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے مرحوم شوہر کا ایسا پردہ درمیشہ کہا ہے کہ جس کوں کر آج بھی دل درد سے بھر جاتا ہے۔ روایت ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر فرشتوں نے غمگین ہو کر بڑی حسرت کے ساتھ یہ کہا کہ الہی! عزوجل تیرا نبی یتیم ہو گیا۔ حضرت حق نے فرمایا: کیا ہوا؟ میں اس کا حامی و حافظ ہوں۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۴)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ترکہ ایک لونڈی ”أم ایمن“ جس کا نام ”برک“ تھا کچھ اونٹ کچھ بکریاں تھیں، یہ سب ترکہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ملا۔ ”أم ایمن“ یحییٰ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دیکھ بھال کرتی تھیں کھلاتیں، کپڑا پہناتیں، پرورش کی پوری ضروریات مہیا کرتیں، اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم تمام عمر ”ام ایمن“ کی دل جوئی فرماتے رہے اپنے محبوب و مہتمی غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کا نکاح کر دیا، اور ان کے شکم سے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔ (عامہ کتب سیر)

ایمان والدین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ وہ دونوں مؤمن ہیں یا نہیں؟ بعض علماء ان دونوں کو مؤمن نہیں مانتے اور بعض علماء نے اس مسئلہ میں توقف کیا اور فرمایا کہ ان دونوں کو مؤمن یا کافر کہنے سے زبان کو روکنا چاہیے اور اس کا علم خدا عز و جل کے سپرد کر دینا چاہیے، مگر اہل سنت کے علماء محققین مثلاً امام جلال الدین سیوطی و علامہ ابن حجر عسقلانی و امام قرطبی و حافظ الشام ابن ناصر الدین و حافظ ثمس الدین دمشقی و قاضی ابوبکر ابن العربی مالکی و شیخ عبدالحق محدث دہلوی و صاحب الکلیل مولانا عبدالحق مہاجر مدنی وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا یہی عقیدہ اور قول ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ماں باپ دونوں یقیناً بلاشبہ مؤمن ہیں۔ چنانچہ اس بارے میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد ہے کہ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو مؤمن نہ ماننا یہ علماء متقدمین کا مسلک ہے لیکن علماء متاخرین نے تحقیق کے ساتھ اس مسئلہ کو ثابت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام آباء و اجداد حضرت آدم علیہ السلام تک سب کے سب ”مؤمن“ ہیں اور ان حضرات کے ایمان کو ثابت کرنے میں علماء متاخرین کے تین طریقے ہیں:

اول یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور آباء و

اجداد سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر تھے، لہذا ”مؤمن“ ہوئے۔ دوم یہ کہ یہ تمام حضرات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعلان نبوت سے پہلے ہی ایسے زمانے میں وفات پا گئے جو زمانہ ”فترت“ کہلاتا ہے اور ان لوگوں تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت ایمان پہنچی ہی نہیں لہذا ہرگز ہرگز ان حضرات کو کافر نہیں کہا جاسکتا بلکہ ان لوگوں کو مؤمن ہی کہا جائے گا۔ سوم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو زندہ فرما کر ان کی قبروں سے اٹھایا اور ان لوگوں نے کلمہ پڑھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق کی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو زندہ کرنے کی حدیث اگرچہ بذات خود ضعیف ہے مگر اس کی سندیں اس قدر کثیر ہیں کہ یہ حدیث ”صحیح“ اور ”حسن“ کے درجے کو پہنچ گئی ہے۔

اور یہ وہ علم ہے جو علماء متقدمین پر پوشیدہ رہ گیا جس کو حق تعالیٰ نے علماء متأخرین پر منکشف فرمایا اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنے فضل سے اپنی رحمت کے ساتھ خاص فرما لیتا ہے اور شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ میں چند رسائل تصنیف کیے ہیں اور اس مسئلہ کو دلیلوں سے ثابت کیا ہے اور مخالفین کے شبہات کا جواب دیا ہے۔

(امعة المعاتج اول ص ۷۱۸)

اسی طرح خاتمة المفسرین حضرت شیخ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ امام قرطبی نے اپنی کتاب ”تذکرہ“ میں تحریر فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب ”حجۃ الوداع“ میں ہم لوگوں کو ساتھ لے کر چلے اور ”حجون“ کی گھاٹی پر گزرے تو رنج و غم میں ڈوبے ہوئے رونے لگے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو روتا دیکھ کر میں بھی رونے لگی۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اپنی اڈٹی سے اتر پڑے اور کچھ دیر کے بعد میرے پاس واپس تشریف لائے تو

خوش خوش مسکراتے ہوئے تشریف لائے۔ میں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، کیا بات ہے؟ کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم رنج و غم میں ڈوبے ہوئے اونٹنی سے اترے اور واپس لوٹے تو شاداں و فرحان مسکراتے ہوئے تشریف فرما ہوئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنی والدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کی زیارت کے لئے گیا تھا اور میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ وہ ان کو زندہ فرما دے تو خداوند تعالیٰ نے ان کو زندہ فرما دیا اور وہ ایمان لائیں۔

اور ”الاشباہ والنظائر“ میں ہے کہ ہر وہ شخص جو کفر کی حالت میں مر گیا ہو اس پر لعنت کرنا جائز ہے۔ بجز رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے، کیونکہ اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو زندہ فرمایا اور یہ دونوں ایمان لائے۔

یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ماں باپ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبروں کے پاس روئے اور ایک خشک درخت زمین میں بودیا، اور فرمایا کہ اگر یہ درخت ہرا ہو گیا تو یہ اس بات کی علامت ہوگی کہ ان دونوں کا ایمان لانا ممکن ہے۔ چنانچہ وہ درخت ہرا ہو گیا پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کی برکت سے وہ دونوں اپنی اپنی قبروں سے نکل کر اسلام لائے اور پھر اپنی اپنی قبروں میں تشریف لے گئے۔

اور ان دونوں کا زندہ ہونا، اور ایمان لانا، نہ عقلاً محال ہے نہ شرعاً کیونکہ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ بنی اسرائیل کے مقتول نے زندہ ہو کر اپنے قاتل کا نام بتایا اسی طرح حضرت عیسیٰ نبیہ السلام کے دست مبارک سے کبھی چند مردے زندہ ہوئے۔ جب یہ

سب باتیں ثابت ہیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زندہ ہو کر ایمان لانے میں بھلا کونسی چیز مانع ہو سکتی ہے؟ اور جس حدیث میں یہ آیا ہے کہ ”میں نے اپنی والدہ کے لئے دعائے مغفرت کی اجازت طلب کی تو مجھے اس کی اجازت نہیں دی گئی۔“ یہ حدیث حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زندہ ہو کر ایمان لانے سے بہت پہلے کی ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا زندہ ہو کر ایمان لانا یہ ”حجۃ الوداع“ کے موقع پر ہوا ہے (جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال سے چند ہی ماہ پہلے کا واقعہ ہے) اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مراتب و درجات ہمیشہ بڑھتے ہی رہے تو ہو سکتا ہے کہ پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خداوند تعالیٰ نے یہ شرف نہیں عطا فرمایا تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما مسلمان ہوں مگر بعد میں اس فضل و شرف سے بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سرفراز فرما دیا کہ آپ کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو صاحب ایمان بنا دیا اور قاضی امام ابو بکر ابن العربی مالکی سے یہ سوال کیا گیا کہ ایک شخص یہ کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آباء و اجداد جہنم میں ہیں، تو آپ نے فرمایا کہ یہ شخص ملعون ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ

یعنی جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو دنیا و آخرت میں ملعون کر دے گا۔

حافظ شمس الدین دمشقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس مسئلہ کو اپنے نعتیہ اشعار میں اس طرح بیان فرمایا ہے:

عَلَى فَضْلِ وَكَانَ بِهِ رَعُوفًا

حَبَّأَ اللَّهُ النَّبِيَّ مَزِيدَ فَضْلٍ

اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فضل بالائے فضل سے بھی بڑھ کر فضیلت عطا فرمائی اور اللہ تعالیٰ ان پر بہت مہربان ہے۔

فَإِحْيَا أُمَّهَ وَكَذَّ أَبَاهُ لَا يُنَانُ بِهِ فَضْلًا لَطِيفًا

کیونکہ خداوند تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ماں باپ کو حضور پر ایمان لانے کے لئے اپنے فضل لطیف سے زندہ فرمادیا۔

فَسَلِمَ فَالْقَدِيدُ بِهِ قَدِيرٌ وَإِنْ كَانَ الْحَدِيثُ بِهِ ضَعِيفًا

تو تم اس بات کو مان لو کیونکہ خداوند قدیم اس بات پر قادر ہے اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے۔
(انتہی ملحقہ، تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۲۱۷ تا ۲۱۸)

صاحب الاکلیل حضرت علامہ شیخ عبدالحق مہاجر مدنی قدس سرہ الغنی نے تحریر فرمایا کہ علامہ ابن حجر عسقلانی نے مشکوٰۃ کی شرح میں فرمایا ہے کہ ”حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اللہ تعالیٰ نے زندہ فرمایا، یہاں تک کہ وہ دونوں ایمان لائے اور پھر وفات پا گئے۔“ یہ حدیث صحیح ہے اور جن محدثین نے اس حدیث کو صحیح بتایا ہے ان میں سے امام قرطبی اور شام کے حافظ الحدیث ابن ناصر الدین بھی ہیں اور اس میں طعن کرنا بے محل اور بے جا ہے، کیونکہ کرامات اور خصوصیات کی شان ہی یہ ہے کہ وہ قواعد اور عادات کے خلاف ہوا کرتی ہیں۔

چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا موت کے بعد اٹھ کر ایمان لانا، یہ ایمان ان کے لئے نافع ہے حالانکہ دوسروں کے لئے یہ ایمان مفید نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو نسبت رسول کی وجہ سے جو کمال حاصل ہے وہ دوسروں کے لئے نہیں ہے اور حضور صلی اللہ

تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی حدیث لیت شعری مافعل ابوای (کاش! مجھے خبر ہوتی کہ میرے والدین کے ساتھ کیا معاملہ کیا گیا) کے بارے میں امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ”درمنثور“ میں فرمایا ہے کہ یہ حدیث مرسل اور ضعیف الاسناد ہے۔

(اکلیل علی مدارک التزیل ج ۲ ص ۱۰)

بہر کیف مندرجہ بالا اقتباسات جو معتبر کتابوں سے لئے گئے ہیں ان کو پڑھ لینے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ والہانہ عقیدت اور ایمانی محبت کا یہی تقاضا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور تمام آباء و اجداد بلکہ تمام رشتہ داروں کے ساتھ ادب و احترام کا التزام رکھا جائے۔ بجز ان رشتہ داروں کے جن کا کافر اور جہنمی ہونا قرآن و حدیث سے یقینی طور پر ثابت ہے جیسے ”ابولہب“ اور اس کی بیوی ”حملہ الخطب“ باقی تمام قرابت والوں کا ادب ملحوظ خاطر رکھنا لازم ہے کیونکہ جن لوگوں کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نسبت قرابت حاصل ہے ان کی بے ادبی و گستاخی یقیناً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایذا رسانی کا باعث ہوگا اور آپ قرآن کافرمان پڑھ چکے کہ جو لوگ اللہ عز و جل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو ایذا دیتے ہیں، وہ دنیا و آخرت میں ملعون ہیں۔

اس مسئلہ میں اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب قبلہ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک محققانہ رسالہ بھی ہے جس کا نام ”شمول الاسلام لآباء الکرام“ ہے۔ جس میں آپ نے نہایت ہی مفصل و مدلل طور پر یہ تحریر فرمایا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آباء و اجداد موحّد و مسلم ہیں۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

برکات نبوت کا ظہور

جس طرح سورج نکلنے سے پہلے ستاروں کی روپوشی، صبح صادق کی سفیدی، شفق کی سرخی سورج نکلنے کی خوشخبری دینے لگتی ہیں اسی طرح جب آفتاب رسالت کے طلوع کا زمانہ قریب آ گیا تو اطراف عالم میں بہت سے ایسے عجیب عجیب واقعات اور خوارق عادات بطور علامات کے ظاہر ہونے لگے جو ساری کائنات کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر یہ بشارت دینے لگے کہ اب رسالت کا آفتاب اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ طلوع ہونے والا ہے۔

فارس آتش کدہ

چنانچہ اصحابِ فیل کی ہلاکت کا واقعہ، ناگہاں بارانِ رحمت سے سر زمینِ عرب کا سرسبز و شاداب ہو جانا، اور برسوں کی خشک سالی دفع ہو کر پورے ملک میں خوشحالی کا دور دورہ ہو جانا، بتوں کا منہ کے بل گر پڑنا، فارس کے مجوسیوں کی ایک ہزار سال سے جلائی ہوئی آگ کا ایک لمحہ میں بجھ جانا، کسریٰ کے محل کا زلزلہ، اور اس کے چودہ کنگوروں کا منہدم ہو جانا، ”ہمدان“ اور ”قم“ کے درمیان چھ میل لمبے چھ میل چوڑے ”بحرہ سادہ“ کا یکا یک بالکل خشک ہو جانا، شام اور کوفہ کے درمیان وادی ”سماوہ“ کی خشک ندی کا اچانک جاری ہو جانا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والدہ کے بدن سے ایک ایسے نور کا نکلنا جس سے ”بصری“ کے محل روشن ہو گئے۔ یہ سب واقعات اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں جو حضور علیہ الصلوٰات والتسلیمات کی تشریف آوری سے پہلے ہی ”مبشرات“ بن کر عالم کائنات کو یہ خوشخبری دینے لگے کہ

ایوانِ کسرہ

مبارک ہو وہ شہِ پردے سے باہر آنے والا ہے

گدائی کو زمانہ جس کے در پر آنے والا ہے

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے قبل اعلان نبوت جو خلاف عادت اور عقل کو حیرت میں ڈالنے والے واقعات صادر ہوتے ہیں ان کو شریعت کی اصطلاح میں ”ارہاس“ کہتے ہیں اور اعلان نبوت کے بعد انہی کو ”معجزہ“ کہا جاتا ہے۔ اس لئے مذکورہ بالا تمام واقعات ”ارہاس“ ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کرنے سے قبل ظاہر ہوئے جن کو ہم نے ”برکات نبوت“ کے عنوان سے بیان کیا ہے۔ اس قسم کے واقعات جو ”ارہاس“ کہلاتے ہیں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے، ان میں سے چند کا ذکر ہو چکا ہے چند دوسرے واقعات بھی پڑھ لیجئے۔

محدث ابو نعیم نے اپنی کتاب ”دلائل النبوة“ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ جس رات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا نور نبوت حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پشت اقدس سے حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن مقدس میں منتقل ہوا، روئے زمین کے تمام چوپایوں، خصوصاً قریش کے جانوروں کو اللہ تعالیٰ نے گویائی عطا فرمائی اور انہوں نے بزبان فصیح اعلان کیا کہ آج اللہ عزوجل کا وہ مقدس رسول شکم مادر میں جلوہ گر ہو گیا جس کے سر پر تمام دنیا کی امامت کا تاج ہے اور جو سارے عالم کو روشن کرنے والا چراغ ہے۔ مشرق کے جانوروں نے مغرب کے جانوروں کو بشارت دی۔ اسی طرح سمندروں اور دریاؤں کے جانوروں نے ایک دوسرے کو یہ خوشخبری سنائی کہ حضرت ابوالقاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا وقت قریب آ گیا۔ (زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۱۰۸)

خطیب بغدادی نے اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑی بدلی آئی جس میں روشنی کے ساتھ گھوڑوں کے ہنہانے اور پرندوں کے اڑنے کی آواز تھی اور کچھ انسانوں کی بولیاں بھی سنائی دیتی تھیں۔ پھر ایک دم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے سامنے سے غیب ہو گئے اور میں نے سنا کہ ایک اعلان کرنے والا اعلان کر رہا ہے کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو مشرق و مغرب میں گشت کراؤ اور ان کو سمندروں کی بھی سیر کراؤ تاکہ تمام کائنات کو ان کا نام، ان کا حلیہ، ان کی صفت معلوم ہو جائے اور ان کو تمام جاندار مخلوق یعنی جن وانس، ملائکہ اور چرندوں و پرندوں کے سامنے پیش کرو اور انہیں حضرت آدم علیہ السلام کی صورت، حضرت شیث علیہ السلام کی معرفت، حضرت نوح علیہ السلام کی شجاعت، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خلعت، حضرت اسمعیل علیہ السلام کی زبان، حضرت اسحق علیہ السلام کی رضا، حضرت صالح علیہ السلام کی فصاحت، حضرت لوط علیہ السلام کی حکمت، حضرت یعقوب علیہ السلام کی بشارت، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شدت، حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر، حضرت یونس علیہ السلام کی طاعت، حضرت یوشع علیہ السلام کا جہاد، حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز، حضرت دانیال علیہ السلام کی محبت، حضرت الیاس علیہ السلام کا وقار، حضرت یحییٰ علیہ السلام کی عصمت، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زہد عطا کر کے ان کو تمام پیغمبروں کے کمالات اور اخلاق حسنہ سے مزین کر دو۔ اس کے بعد وہ بادل چھٹ گیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ آپ ریشم کے سبز کپڑے میں لپٹے ہوئے ہیں اور اس کپڑے سے پانی ٹپک رہا ہے اور کوئی منادی اعلان کر رہا ہے کہ واہ وا! کیا خوب محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو تمام دنیا پر قبضہ دے دیا گیا اور کائنات عالم کی کوئی چیز باقی نہ رہی جو ان کے قبضہ اقتدار و غلبہ

اطاعت میں نہ ہو۔ اب میں نے چہرہ انور کو دیکھا تو چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا اور بدن سے پاکیزہ مشک کی خوشبو آرہی تھی پھر تین شخص نظر آئے، ایک کے ہاتھ میں چاندی کا لوٹا، دوسرے کے ہاتھ میں سبز زرد کا طشت، تیسرے کے ہاتھ میں ایک چمک دار انگلی تھی۔ انگلی کو سات مرتبہ دھو کر اس نے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت لگا دی، پھر حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر اٹھایا اور ایک لمحہ کے بعد مجھے سپرد کر دیا۔

(زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۱۱۳ تا ص ۱۱۵)

ولادت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تاریخ پیدائش میں اختلاف ہے۔ مگر قول مشہور یہی ہے کہ واقعہ ”اصحاب فیل“ سے پچپن دن کے بعد ۱۲ ربیع الاول مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء ولادت باسعادت کی تاریخ ہے۔ اہل مکہ کا بھی اسی پر عملدرآمد ہے کہ وہ لوگ بارہویں ربیع الاول ہی کو کا شانہ نبوت کی زیارت کے لئے جاتے ہیں اور وہاں میلاد شریف کی محفلیں منعقد کرتے ہیں۔ (مدارج النبوة ج ۲ ص ۱۴)

تاریخ عالم میں یہ وہ نرالا اور عظمت والا دن ہے کہ اسی روز عالم ہستی کے ایجاد کا باعث، گردش لیل و نہار کا مطلوب، خلق آدم کا رمز، کشتی نوح کی حفاظت کا راز، بانی کعبہ کی دعا، ابن مریم کی بشارت کا ظہور ہوا۔ کائنات وجود کے الجھے ہوئے گیسوؤں کو سنوارنے

والا، تمام جہان کے بگڑے نظاموں کو سدھارنے والا یعنی

مرادیں غریبوں کی بر لانے والا وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
یتیموں کا والی، غلاموں کا مولیٰ فقیروں کا ماویٰ، ضعیفوں کا بٹا

نبی کریم ﷺ تختون پیدا ہوئے

سند الاصفیاء، اشرف الانبیاء، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم وجود
میں رونق افروز ہوئے اور پاکیزہ بدن، ناف بریدہ، ختنہ کئے ہوئے خوشبو میں بےسے ہوئے
بحالت سجدہ، مکہ مکرمہ کی مقدس سرزمین میں اپنے والد ماجد کے مکان کے اندر پیدا ہوئے
باپ کہاں تھے جو بلائے جاتے اور اپنے نونہال کو دیکھ کر نہال ہوتے۔ وہ تو پہلے ہی وفات پا
چکے تھے۔ دادا بلائے گئے جو اس وقت طواف کعبہ میں مشغول تھے۔ یہ خوشخبری سن کر دادا
”عبدالمطلب“ خوش خوش حرم کعبہ سے اپنے گھر آئے اور والہانہ جوش محبت میں اپنے پوتے کو
کیلجے سے لگا لیا۔ پھر کعبہ میں لے جا کر خیر و برکت کی دعا مانگی اور ”محمد“ نام رکھا۔ آپ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے چچا ابولہب کی لونڈی ”ثویبہ“ خوشی میں دوڑتی ہوئی گئی اور ”ابولہب“ کو
بھیتجا پیدا ہونے کی خوشخبری دی تو اس نے اس خوشی میں شہادت کی انگلی کے اشارہ سے
”ثویبہ“ کو آزاد کر دیا جس کا ثمرہ ابولہب کو یہ ملا کہ اس کی موت کے بعد اس کے گھر والوں
نے اس کو خواب میں دیکھا اور حال پوچھا، تو اس نے اپنی انگلی اٹھا کر یہ کہا کہ تم لوگوں سے
جدا ہونے کے بعد مجھے کچھ (کھانے پینے) کو نہیں ملا بجز اس کے کہ ”ثویبہ“ کو آزاد کرنے
کے سبب سے اس انگلی کے ذریعہ کچھ پانی پلا دیا جاتا ہوں۔ (بخاری ج)

اس موقع پر حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک بہت

ہی فکر انگیز اور بصیرت افروز بات تحریر فرمائی ہے جو اہل محبت کے لئے نہایت ہی لذت بخش ہے، وہ لکھتے ہیں کہ

اس جگہ میلاد کرنے والوں کے لئے ایک سند ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شب ولادت میں خوشی مناتے ہیں اور اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب ابولہب کو جو کافر تھا اور اس کی مذمت میں قرآن نازل ہوا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت پر خوشی منانے، اور باندی کا دودھ خرچ کرنے پر جزادی گئی تو اس مسلمان کا کیا حال ہوگا جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں سرشار ہو کر خوشی مناتا ہے اور اپنا مال خرچ کرتا ہے۔ (مدارج النبوة ج ۲ ص ۱۹)

مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

جس مقدس مکان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی، تاریخ اسلام میں اس مقام کا نام ”مولد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“ (نبی کی پیدائش کی جگہ) ہے، یہ بہت ہی متبرک مقام ہے۔ سلاطین اسلام نے اس مبارک یادگار پر بہت ہی شاندار عمارت بنادی تھی، جہاں اہل حرمین شریفین اور تمام دنیا سے آنے والے مسلمان دن رات محفل میلاد شریف منعقد کرتے اور صلوٰۃ و سلام پڑھتے رہتے تھے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب ”فیوض الحرمین“ میں تحریر فرمایا ہے کہ میں ایک مرتبہ اس محفل میلاد شریف میں حاضر ہوا، جو مکہ مکرمہ میں بارہویں ربیع الاول کو ”مولد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“ میں منعقد ہوئی تھی جس وقت ولادت کا ذکر پڑھا جا رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ یکبارگی اس مجلس سے کچھ انوار بلند ہوئے، میں نے ان انوار پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ وہ رحمت الہی اور ان فرشتوں کے انوار تھے جو ایسی محفلوں میں حاضر

ہوا کرتے ہیں۔ (فیوض الحرمین)

دودھ پینے کا زمانہ

سب سے پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابولہب کی لونڈی "حضرت ثویبہ" کا دودھ نوش فرمایا پھر اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دودھ سے سیراب ہوتے رہے، پھر حضرت خلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کو اپنے ساتھ لے گئیں اور اپنے قبیلہ میں رکھ کر آپ کو دودھ پلاتی رہیں اور انہیں کے پاس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دودھ پینے کا زمانہ گزرا۔ (مدارج النبوة ج ۲ ص ۱۸)

شرفاء عرب کی عادت تھی کہ وہ اپنے بچوں کو دودھ پلانے کے لئے گرد و نواح دیہاتوں میں بھیج دیتے تھے دیہات کی صاف ستھری آب و ہوا میں بچوں کی تندرستی اور جسمانی صحت بھی اچھی ہو جاتی تھی اور وہ خالص اور فصیح عربی زبان بھی سیکھ جاتے تھے کیونکہ شہر کی زبان باہر کے آدمیوں کے میل جول سے خالص اور فصیح و بلیغ زبان نہیں رہا کرتی۔

حضرت خلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ میں "بنی سعد" کی عورتوں کے ہمراہ دودھ پینے والے بچوں کی تلاش میں مکہ کو چلی۔ اس سال عرب میں بہت سخت کال پڑا ہوا

تھا، میری گود میں ایک بچہ تھا، مگر فقر و فاقہ کی وجہ سے میری چھاتیوں میں اتنا دودھ نہ تھا جو اس کو کافی ہو سکے۔ رات بھر وہ بچہ بھوک سے تڑپتا اور روتا بلبلاتا رہتا تھا اور ہم اس کی دلجوئی اور دلداری کے لئے تمام رات بیٹھ کر گزارتے تھے۔ ایک اونٹن بھی ہمارے پاس تھی۔ مگر اس کے بھی دودھ نہ تھا۔ مکہ مکرمہ کے سفر میں جس خچر پر میں سوار تھی وہ بھی اس قدر لاغر تھا کہ قافلہ والوں کے ساتھ نہ چل سکتا تھا میرے ہمراہی بھی اس سے تنگ آ چکے تھے۔ بڑی بڑی مشکلوں سے یہ سفر طے ہوا جب یہ قافلہ مکہ مکرمہ پہنچا تو جو عورت رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھتی اور یہ سنتی کہ یہ یتیم ہیں تو کوئی عورت آپ کو لینے کے لئے تیار نہیں ہوتی تھی، کیونکہ بچے کے یتیم ہونے کے سبب سے زیادہ انعام و اکرام ملنے کی امید نہیں تھی۔ ادھر حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قسمت کا ستارہ ثریا سے زیادہ بلند اور چاند سے زیادہ روشن تھا، ان کے دودھ کی کمی ان کے لئے رحمت کی زیادتی کا باعث بن گئی، کیونکہ دودھ کم دیکھ کر کسی نے ان کو اپنا بچہ دینا گوارا نہ کیا۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے شوہر "حارث بن عبد العزیٰ" سے کہا کہ یہ تو اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ میں خالی ہاتھ واپس جاؤں اس سے تو بہتر یہی ہے کہ میں اس یتیم ہی کو لے چلوں، شوہر نے اس کو منظور کر لیا اور حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس در یتیم کو لے کر آئیں جس سے صرف حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی کے گھر میں نہیں بلکہ کائناتِ عالم کے مشرق و مغرب میں اجالا ہونے والا تھا۔ یہ خداوند قدوس کا فضل عظیم ہی تھا کہ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سوتی ہوئی قسمت بیدار ہو گئی اور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی آغوش میں آ گئے۔ اپنے خیمہ میں لا کر جب دودھ پلانے بیٹھیں تو بار بار ان رحمت کی طرح برکاتِ نبوت کا ظہور شروع ہو گیا، خدا کی شان دیکھیے کہ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مبارک پستان میں اس قدر دودھ اتر ا کہ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اور ان کے رضاعی بھائی نے بھی خوب شکم سیر ہو کر دودھ پیا، اور دونوں آرام سے سو گئے، ادھر اونٹنی کو دیکھا تو اس کے تھن دودھ سے بھر گئے تھے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر نے اس کا دودھ دوہا۔ اور میاں بیوی دونوں نے خوب سیر ہو کر دودھ پیا اور دونوں شکم سیر ہو کر رات بھر سکھ اور چین کی نیند سوئے۔

حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا شوہر حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ برکتیں دیکھ کر حیران رہ گیا، اور کہنے لگا کہ حلیمہ! تم بڑا ہی مبارک بچہ لائی ہو۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ واقعی مجھے بھی یہی امید ہے کہ یہ نہایت ہی بابرکت بچہ ہے اور خدا کی رحمت بن کر ہم کو ملا ہے اور مجھے یہی توقع ہے کہ اب ہمارا گھر خیر و برکت سے بھر جائے گا۔

حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد ہم رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی گود میں لے کر مکہ مکرمہ سے اپنے گاؤں کی طرف روانہ ہوئے تو میرا وہی خچر اب اس قدر تیز چلنے لگا کہ کسی کی سواری اس کی گرد کو نہیں پہنچتی تھی، قافلہ کی عورتیں حیران ہو کر مجھ سے کہنے لگیں کہ اے حلیمہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیا یہ وہی خچر ہے جس پر تم سوار ہو کر آئی تھیں یا کوئی دوسرا تیز رفتار خچر تم نے خرید لیا ہے؟ الغرض ہم اپنے گھر پہنچے وہاں سخت قحط پڑا ہوا تھا تمام جانوروں کے تھن میں دودھ خشک ہو چکے تھے، لیکن میرے گھر میں قدم رکھتے ہی میری بکریوں کے تھن دودھ سے بھر گئے، اب روزانہ میری بکریاں جب چراگاہ سے گھر واپس آتیں تو ان کے تھن دودھ سے بھرے ہوتے حالانکہ پوری بستی میں اور کسی کو اپنے جانوروں کا ایک قطرہ دودھ نہیں ملتا تھا میرے قبیلہ والوں نے اپنے چراواہوں سے کہا کہ تم لوگ بھی اپنے جانوروں کو اسی جگہ چراؤ جہاں حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جانور چرتے ہیں۔ چنانچہ سب لوگ اسی چراگاہ میں اپنے مویشی چرانے لگے جہاں میری بکریاں چرتی تھیں، مگر یہاں تو چراگاہ اور جنگل کا کوئی عمل دخل ہی نہیں تھا یہ تو رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے برکات نبوت کا فیض تھا جس کو میں اور میرے شوہر کے سوا میری قوم کا کوئی شخص نہیں سمجھ سکتا تھا۔

الغرض اسی طرح ہر دم ہر قدم پر ہم برابر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکتوں کا مشاہدہ کرتے رہے یہاں تک کہ دو سال پورے ہو گئے اور میں نے آپ کا دودھ چھڑا دیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تندرستی اور نشوونما کا حال دوسرے بچوں سے اتنا اچھا تھا کہ دو سال میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوب اچھے بڑے معلوم ہونے لگے، اب ہم دستور کے مطابق رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کی والدہ کے پاس لائے اور انہوں نے حسبِ توفیق ہم کو انعام و اکرام سے نوازا۔

گو قاعدہ کے مطابق اب ہمیں رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے پاس رکھنے کا کوئی حق نہیں تھا، مگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکاتِ نبوت کی وجہ سے ایک لمحہ کے لئے بھی ہم کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جدائی گوارا نہیں تھی۔ عجب اتفاق کہ اس سال مکہ معظمہ میں وبائی بیماری پھیلی ہوئی تھی چنانچہ ہم نے اس وبائی بیماری کا بہانہ کر کے حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو رضا مند کر لیا اور پھر ہم رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو واپس اپنے گھر لائے اور پھر ہمارا مکان رحمتوں اور برکتوں کی کان بن گیا اور آپ ہمارے پاس نہایت خوش و خرم ہو کر رہنے لگے۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کچھ بڑے ہوئے تو گھر سے باہر نکلتے اور دوسرے لڑکوں کو کھیلتے ہوئے دیکھتے مگر خود ہمیشہ ہر قسم کے کھیل کود سے علیحدہ رہتے۔ ایک روز مجھ سے کہنے لگے کہ اماں جان! میرے دوسرے بھائی بہن دن بھر نظر نہیں آتے یہ لوگ ہمیشہ صبح کو اٹھ کر روزانہ کہاں چلے جاتے ہیں؟ میں نے کہا کہ یہ لوگ بکریاں چرانے چلے جاتے ہیں، یہ سن کر آپ نے فرمایا: مادرِ مہربان! آپ مجھے بھی میرے بھائی بہنوں کے ساتھ بھیجا کیجیے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصرار سے مجبور ہو کر آپ کو حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بچوں کے ساتھ چہ اگاہ

جانے کی اجازت دے دی۔ اور آپ روزانہ جہاں حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بکریاں چرتی تھیں تشریف لے جاتے رہے اور بکریاں چراگا ہوں میں لے جا کر ان کی دیکھ بھال کرنا جو تمام انبیاء اور رسولوں علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے آپ نے اپنے عمل سے بچپن ہی میں اپنی ایک خصلت نبوت کا اظہار فرمادیا۔

آج اس پر فتن اور پر آشوب دور میں نہ جانے لوگوں نے کیسے کیسے مسئلے اور عقیدے گڑھنے شروع کر دیئے ہیں، جس کا تعلق درحقیقت کسی دور سے نہیں ہوتا ہے۔ چنانچہ جسم پاک مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کا سایہ نہ ہونے کے متعلق عہد صحابہ کرام سے لیکر آخر تک مضبوط، مربوط اور مسلسل شہادتیں موجود ہیں جس سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ہمارے اسلاف کرام کے عقائد اس سلسلے میں کیا تھے۔ لہذا ہم سب کو بھی چاہیئے کہ ذہن و فکر کی اس جدید پیداوار کی طرف نہ جائیں اور اپنے اسلاف کی اصابت روائے پر ہی عمل کرنے کی کوشش کریں کیونکہ اسی میں بھلائی اور ہماری، آپ سب کی کامیابی ہے۔

اب آئیے ہم نمونے کے طور پر چند احادیث اس دعوے کے ثبوت کے لئے کہ سرکار کے جسم پاک کا سایہ نہ ہونے کا عقیدہ محض بے بنیاد نہیں ہے بلکہ اس کی جڑیں روایات و احادیث کی تہہ میں موجود ہیں، جن پر شروع سے صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین کا عمل رہا ہے۔ (حدیث 1) حضرت سیدنا عبداللہ ابن مبارک اور حافظ جوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

لم یکن لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غل ولم لقم مع شمس الا غلب ضوؤہ
ضوؤہا ولا مع السراج الا غلب ضوؤہ ضوؤہ۔

سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم پاک کا سایہ نہیں تھا نہ سورج کی دھوپ میں نہ چراغ کی روشنی میں، سرکار کا نور سورج اور چراغ کے نور پر غالب رہتا تھا۔
(الخصائص الکبریٰ، زرقانی علی المواہب)

امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب نوادر الاصول میں حضرت ذکوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں:

عن ذکوان ان رسول اللہ علیہ وسلم لم یکن یری له ظل فی شمس ولا قمر
سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ مبارک نہ سورج کی دھوپ میں نظر آتا تھا نہ چاندنی میں۔ (المواہب اللدنیہ علی الشماک الملحمیہ)

امام نسفی تفسیر مدارک شریف میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث نقل فرماتے ہیں:

قال عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان اللہ ما اقطع ظلك علی الارض لثلاثین انسان
قدمہ علی ذالک الظل۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ خدا عز وجل نے آپ کا سایہ زمین پر پڑنے نہیں دیا تا کہ اس پر کسی انسان کا قدم نہ پڑ جائے۔ (مدارک)
حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خصائص کبریٰ شریف میں ابن سبع سے یہ روایت نقل فرمائی:

قال ابن سبع من خصائصه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان ظله کان لا یقع علی الارض لانه کان نوراً اذا مشی فی الشمس اولقمر لا ینظر له ظل قال بعضهم
ویشہد له حدیث قوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ودعائه فاجعلنی نوراً

ابن سبع نے کہا کہ یہ بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے کہ سرکار کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا کیونکہ وہ نور تھے، آفتاب و ماہتاب کی روشنی میں جب چلتے تھے تو سایہ نظر نہیں آتا تھا۔ بعض ائمہ نے کہا ہے کہ اس واقعہ پر حضور کی وہ حدیث شاہد ہے جس میں حضور کی یہ دعاء منقول ہے کہ پروردگار مجھے نور بنادے۔ (خصائص کبریٰ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

”لم یقع ظلہ علی الارض ولا یری لہ ظل فی شمس ولا قبر قال ابن سبع لانه کان نوراً قال زہرین فغلبہ انوارہ۔“

حضور کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا اور نہ آفتاب و ماہتاب کی روشنی میں سایہ نظر آتا تھا، ابن سبع اس کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نور تھے، زریں نے کہا کہ حضور کا نور سب پر غالب تھا۔ (العمود الجلیب)

وقت کے جلیل القدر امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

”وما ذکر من انه لا ظل لشخصه فی شمس ولا فی قبر لانه کان نوراً وان الذباب کان لا یقع علی جسده ولا ثیابہ۔“

یہ جو ذکر کیا گیا ہے کہ آفتاب و ماہتاب کی روشنی میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کے جسم مبارک کا سایہ نہیں پڑتا تھا تو اس کی وجہ یہ ہے حضور نور تھے۔ (شفا شریف لقاضی عیاض)

امام علامہ احمد قسطلانی ارشاد فرماتے ہیں:

”قال لم یکن لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظل فی شمس ولا قبر رواہ الترمذی عن

ابن ذکوان وقال ابن سبع كان صلى الله تعالى عليه وسلم نورا فكان اذا مشى في الشمس او القمر له ظل۔“

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر کا سایہ نہ آفتاب کی روشنی میں پڑتا تھا نہ مہتاب کی چاندی میں، ابن سبع اس کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نور تھے، اسی لئے چاندنی اور دھوپ میں چلتے تھے تو جسم پاک کا سایہ نہیں پڑتا تھا۔ (موالبد اللہ نیہ)
امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

”وما یوید انه صلى الله تعالى عليه وآله وسلم صار نورا انه اذا مشى في الشمس او القمر لا يظهر له ظل لانه لا يظهر الا لكشف وهو صلى الله تعالى عليه وآله وسلم قد خلصه الله تعالى من سائر الكشافات الجسمانيه وصيره نورا صرفا لا يظهر له ظل اصلا۔“

اس بات کی تائید میں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سراپا نور تھے اسی واقعہ کا اظہار کافی ہے کہ حضور پاک کے جسم مبارک کا سایہ نہ دھوپ میں پڑتا تھا، نہ چاندنی میں، اس لئے کہ سایہ کثیف چیز کا ہوتا ہے، اور خدائے پاک نے حضور کو تمام جسمانی کثافتوں سے پاک کر کے انھیں ”نور محض“ بنا دیا تھا اس لئے ان کا سایہ نہیں پڑتا تھا۔ (افضل القراء ص ۸)

محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: نبود مرآں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم را سایہ نہ در آفتاب و نہ در قمر۔ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہ آفتاب کی روشنی میں پڑتا تھا نہ مہتاب کی چاندنی میں۔ (مدراج النبوة)

امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”حضور

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سایہ بود در عالم شہادت سایہ ہر شخص از شخص لطیف تر است چوں
 لطیف تر از دے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم در عالم نباشد اور اسایہ چہ صورت دارد۔“ حضور
 پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہیں تھا، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عالم شہادت میں ہر
 چیز سے اس کا سایہ لطیف ہوتا ہے، اور سرکاری شان یہ ہے کہ کائنات میں ان سے زیادہ کوئی
 لطیف چیز ہے ہی نہیں، پھر حضور کا سایہ کیونکر پڑتا۔ (مکتوبات امام ربانی)
 امام راغب اصفہانی (م 450) ارشاد فرماتے ہیں:

“روی ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کان اذا مشی لم یکن لہ ظل۔“
 مروی ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چلتے تو آپ کا سایہ نہ ہوتا تھا۔
 (المعروف الراغب)

امام العارفين مولانا جلال الدين رومی فرماتے ہیں:

چوں فناش از فقر پیرایہ شود او محمد وار بے سایہ شود

جب فقر کی منزل میں درویش فنا کا لباس پہن لیتا ہے، تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اس
 کا بھی سایہ زائل ہو جاتا ہے۔ (مثنوی معنوی دفتر پنجم)

امام الحدیث حضرت شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
 فرماتے ہیں: “از خصوصیات کہ آن حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رادر بدن مبارکش
 دادہ بودن کہ سایہ ایشان بر زمین نہ می افتاد۔“ جو خصوصیتیں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن
 مبارک میں عطا کی گئی تھیں ان میں سے ایک یہ تھی کہ آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا

شق صدر

ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم چراگاہ میں تھے کہ ایک دم حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

کے ایک فرزند ”ضمیر“ دوڑتے اور ہانپتے کانپتے ہوئے اپنے گھر پر آئے اور اپنی ماں حضرت بی بی حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ اماں جان! بڑا غضب ہو گیا، محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو تین آدمیوں نے جو بہت ہی سفید لباس پہنے ہوئے تھے، چت لٹا کر ان کا شکم پھاڑ ڈالا ہے اور میں اسی حال میں ان کو چھوڑ کر بھاگا ہوا آیا ہوں۔ یہ سن کر حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے شوہر دونوں بدحواس ہو کر گھبرائے ہوئے دوڑ کر جنگل میں پہنچے تو یہ دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوئے ہیں۔ مگر خوف و ہراس سے چہرہ زرد اور اداس ہے، حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر نے انتہائی مشفقانہ لہجے میں پیار سے چکار کر پوچھا کہ بیٹا! کیا بات ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخص جن کے کپڑے بہت ہی سفید اور صاف ستھرے تھے میرے پاس آئے اور مجھ کو چت لٹا کر میرا شکم چاک کر کے اس میں سے کوئی چیز نکال کر باہر پھینک دی اور پھر کوئی چیز میرے شکم میں ڈال کر شکاف کو سی دیا لیکن مجھے ذرہ برابر بھی کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ (مدارج النبوة ج ۲ ص ۲۱)

یہ واقعہ سن کر حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے شوہر دونوں بے حد گھبرائے اور شوہر نے کہا کہ حلیمہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہا مجھے ڈر ہے کہ ان کے اوپر شاید کچھ آسیب کا اثر ہے لہذا بہت جلد تم ان کو ان کے گھر والوں کے پاس چھوڑ آؤ۔ اس کے بعد حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کو لے کر مکہ مکرمہ آئیں کیونکہ انہیں اس واقعہ سے یہ خوف پیدا ہو گیا تھا کہ شاید اب ہم کماحقہ ان کی حفاظت نہ کر سکیں گے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب مکہ معظمہ پہنچ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سپرد کیا تو انہوں نے دریافت فرمایا کہ حلیمہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہا تم تو بڑی

خواہش اور چاہ کے ساتھ میرے بچے کو اپنے گھر لے گئی تھیں پھر اس قدر جلد واپس لے آنے کی وجہ کیا ہے؟ جب حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے شکم چاک کرنے کا واقعہ بیان کیا اور آسیب کا شبہ ظاہر کیا تو حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ہرگز نہیں، خدا کی قسم! میرے نورِ نظر پر ہرگز ہرگز کبھی بھی کسی جن یا شیطان کا عمل دخل نہیں ہو سکتا۔ میرے بیٹے کی بڑی شان ہے۔ پھر ایامِ حمل اور وقتِ ولادت کے حیرت انگیز واقعات سنا کر حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مطمئن کر دیا اور حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی والدہ ماجدہ کے سپرد کر کے اپنے گاؤں میں واپس چلی آئیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی والدہ ماجدہ کی آغوشِ تربیت میں پرورش پانے لگے۔

شق صدر کتنی بار ہوا؟

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سورۃ "الم نشرح" کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ چار مرتبہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مقدس سینہ چاک کیا گیا اور اس میں نور و حکمت کا خزانہ بھرا گیا۔

پہلی مرتبہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تھے جس کا ذکر ہو چکا۔ اس کی حکمت یہ تھی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان دوسووں اور خیالات سے محفوظ رہیں جن میں بچے مبتلا ہو کر کھیل کود اور شرارتوں کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ دوسری بار دس برس کی عمر میں ہوا تا کہ جوانی کی پر آشوب شہوتوں کے خطرات سے آپ بے خوف ہو جائیں۔ تیسری بار غارِ حرا میں شق صدر ہوا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب میں نور سکینہ بھر دیا گیا تا کہ آپ وحی الہی کے عظیم اور گراں بار بوجھ کو

برداشت کر سکیں۔ چوتھی مرتبہ شب معراج میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مبارک سینہ چاک کر کے نور و حکمت کے خزانوں سے معمور کیا گیا، تاکہ آپ کے قلب مبارک میں اتنی وسعت اور صلاحیت پیدا ہو جائے کہ آپ دیدار الہی عز و جل کی تجلیوں، اور کلام ربانی کی ہیبتوں اور عظمتوں کے متحمل ہو سکیں۔

ام ایمن

جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر سے مکہ مکرمہ پہنچ گئے اور اپنی والدہ محترمہ کے پاس رہنے لگے تو حضرت ”ام ایمن“ جو آپ کے والد ماجد کی باندی تھیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خاطر داری اور خدمت گزاری میں دن رات جی جان سے مصروف رہنے لگیں۔ ام ایمن کا نام ”برکتہ“ ہے یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو آپ کے والد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میراث میں ملی تھیں۔ یہی آپ کو کھانا کھلاتی تھیں کپڑے پہناتی تھیں آپ کے کپڑے دھویا کرتی تھیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کا نکاح کر دیا تھا جن سے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بچپن کی ادا میں

حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گہوارہ یعنی جھولا فرشتوں کے ہلانے سے ہلتا تھا اور آپ بچپن میں چاند کی طرف انگلی اٹھا کر اشارہ فرماتے تھے تو چاند آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی انگلی کے اشاروں پر حرکت کرتا تھا۔ جب آپ کی زبان کھلی تو سب سے اول جو کلام آپ کی زبان مبارک سے نکلا وہ

یہ تھا اللہ اکبر اللہ اکبر الحمد للہ رب العالمین سبحان اللہ بکرۃ واصیلا بچوں کی عادت کے مطابق کبھی بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے کپڑوں میں بول و براز نہیں فرمایا۔ بلکہ ہمیشہ ایک معین وقت پر رفع حاجت فرماتے۔ اگر کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی شرم گاہ کھل جاتی تو آپ رو رو کر فریاد کرتے۔ اور جب تک شرم گاہ نہ چھپ جاتی آپ کو چین اور قراریں آتا تھا اور اگر شرم گاہ چھپانے میں مجھ سے کچھ تاخیر ہو جاتی تو غیب سے کوئی آپ کی شرم گاہ چھپا دیتا۔ جب آپ اپنے پاؤں پر چلنے کے قابل ہوئے تو باہر نکل کر بچوں کو کھیلتے ہوئے دیکھتے مگر خود کھیل کود میں شریک نہیں ہوتے تھے لڑکے آپ کو کھیلنے کے لئے بلاتے تو آپ فرماتے کہ میں کھیلنے کے لئے نہیں پیدا کیا گیا ہوں۔ (مدارج النبوة ج ۲ ص ۲۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والد محترمہ حضرت آمنہ بنتی ہاشم کی وفات

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر شریف جب چھ برس کی ہو گئی تو آپ کی والدہ ماجدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ آپ کے دادا کے نانھیال بنو عدی بن نجار میں رشتہ داروں کی ملاقات یا اپنے شوہر کی قبر کی زیارت کے لئے تشریف لے گئیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے والد ماجد کی باندی ام ایمن بھی اس سفر میں آپ کے ساتھ تھیں وہاں سے واپسی پر ”ابواء“ نامی گاؤں میں حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ہو گئی اور وہ وہیں مدفون ہوئیں۔ والد ماجد کا سایہ تو ولادت سے پہلے ہی اٹھ چکا تھا اب والدہ ماجدہ کی آغوش شفقت کا خاتمہ بھی ہو گیا۔ لیکن حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ یتیم جس آغوش رحمت میں پرورش پا کر پروان چڑھنے والا ہے وہ ان سب ظاہری اسباب تربیت سے بے نیاز ہے۔

وادی البواء

حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بعد حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو مکہ مکرمہ لائیں اور آپ کے دادا عبدالمطلب کے سپرد کیا اور دادا نے آپ کو اپنی آغوش تربیت میں انتہائی شفقت و محبت کے ساتھ پرورش کیا اور حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی خدمت کرتی رہیں۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی عمر شریف آٹھ برس کی ہو گئی تو آپ کے دادا عبدالمطلب کا بھی انتقال ہو گیا۔

جناب ابوطالب کی کفالت میں

عبدالمطلب کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے چچا ابوطالب نے آپ کو اپنی آغوش تربیت میں لے لیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیک خصلتوں اور دل بھادینے والی بچپن کی پیاری پیاری اداؤں نے ابوطالب کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ایسا گرویدہ بنا دیا کہ مکان کے اندر اور باہر ہر وقت آپ کو اپنے ساتھ ہی رکھتے۔ اپنے ساتھ کھلاتے پلاتے، اپنے پاس ہی آپ کا بستر بچھاتے اور ایک لمحہ کے لئے بھی کبھی اپنی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیتے تھے۔

ابوطالب کا بیان ہے کہ میں نے کبھی بھی نہیں دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی وقت بھی کوئی جھوٹ بولے ہوں یا کبھی کسی کو دھوکہ دیا ہو، یا کبھی کسی کو کوئی ایذا پہنچائی ہو، یا یہودہ لڑکوں کے پاس کھیلنے کے لئے گئے ہوں یا کبھی کوئی خلاف تہذیب بات کی ہو۔ ہمیشہ انتہائی خوش اخلاق، نیک اطوار، نرم گفتار، بلند کردار اور اعلیٰ درجہ کے پارسا اور پرہیز گار رہے۔

آپ ﷺ کے وسیلہ سے کی دُعا سے بارش

ایک مرتبہ ملکِ عرب میں انتہائی خوفناک قحط پڑ گیا۔ اہل مکہ نے بتوں سے فریاد کرنے کا ارادہ کیا مگر ایک حسین و جمیل بوزھے نے مکہ والوں سے کہا کہ اے اہل مکہ! ہمارے اندر ابوطالب موجود ہیں جو بانی کعبہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی نسل سے ہیں اور کعبہ کے متولی اور سجادہ نشین بھی ہیں۔ ہمیں ان کے پاس چل کر دعا کی درخواست کرنی چاہیے۔ چنانچہ سردارِ انِ عرب ابوطالب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فریاد کرنے لگے کہ اے ابوطالب! قحط کی آگ نے سارے عرب کو جھلسا کر رکھ دیا ہے۔ جانور گھاس پانی کے لئے ترس رہے ہیں اور انسان دانہ پانی نہ ملنے سے تڑپ تڑپ کر دم توڑ رہے ہیں۔ قافلوں کی آمد و رفت بند ہو چکی ہے اور ہر طرف بربادی و ویرانی کا دور دورہ ہے۔ آپ بارش کے لئے دعا کیجیے۔ اہل عرب کی فریاد سن کر ابوطالب کا دل بھرا آیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ لے کر حرم کعبہ میں گئے۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیوار کعبہ سے ٹیک لگا کر بٹھا دیا اور دعا مانگنے میں مشغول ہو گئے۔ درمیان دعا میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی انگشت مبارک کو آسمان کی طرف اٹھا دیا ایک دم چاروں طرف سے بدلیاں نمودار ہوئیں اور فوراً ہی اس زور کا بارانِ رحمت برسا کہ عرب کی زمین سیراب ہو گئی۔ جنگلوں اور میدانوں میں ہر طرف پانی ہی پانی نظر آنے لگا۔ چٹیل میدانوں کی زمینیں سرسبز و شاداب ہو گئیں۔ قحط دفع ہو گیا اور کال کٹ گیا اور سارا عرب خوش حال اور نہال ہو گیا۔

چنانچہ ابوطالب نے اپنے اس طویل قصیدہ میں جس کو انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح میں نظم کیا ہے اس واقعہ کو ایک شعر میں اس طرح ذکر کیا ہے کہ

یعنی وہ (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ایسے گورے رنگ والے ہیں کہ ان کے رخ انور کے ذریعہ بدلی سے بارش طلب کی جاتی ہے وہ یتیموں کا ٹھکانا اور بیواؤں کے نگہبان ہیں۔
(زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۱۹۰)

امی لقب

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لقب ”امی“ ہے اس لفظ کے دو معنی ہیں یا تو ”ام القرئی“ کی طرف نسبت ہے۔ ”ام القرئی“ مکہ مکرمہ کا لقب ہے۔ لہذا ”امی“ کے معنی مکہ مکرمہ کے رہنے والے یا ”امی“ کے یہ معنی ہیں کہ آپ نے دنیا میں کسی انسان سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بہت ہی عظیم الشان معجزہ ہے کہ دنیا میں کسی نے بھی آپ کو نہیں پڑھایا لکھایا۔ مگر خداوند قدوس نے آپ کو اس قدر علم عطا فرمایا کہ آپ کا سینہ اولین و آخرین کے علوم و معارف کا خزینہ بن گیا۔ اور آپ پر ایسی کتاب نازل ہوئی جس کی شان ”تَبَيَّنَاتَا لِكُلِّ شَيْءٍ“ (ہر چیز کا روشن بیان) ہے حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ

نگار من کہ بہ مکتب زفت و خط نوشت
بغمزہ سبق آموز صد مدرس شد

یعنی میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ کبھی مکتب میں گئے، نہ لکھنا سیکھا مگر اپنے چشم و ابرو کے اشارہ سے سیکڑوں مدرسوں کو سبق پڑھا دیا۔

ظاہر ہے کہ جس کا استاد اور تعلیم دینے والا خلاق عالم جل جلالہ ہو بھلا اس کو کسی اور استاد سے تعلیم حاصل کرنے کی کیا ضرورت ہوگی؟ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز نے ارشاد فرمایا کہ

ایسا امی کس لئے منت کش استاذ ہو
کیا کفایت اس کو اقرء ربک الا کرم نہیں

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے امی لقب ہونے کا حقیقی راز کیا ہے؟ اس کو تو خداوند علام الغیوب کے سوا اور کون بتا سکتا ہے؟ لیکن بظاہر اس میں چند حکمتیں اور فوائد معلوم ہوتے ہیں۔

اول۔ یہ کہ تمام دنیا کو علم و حکمت سکھانے والے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا استاد صرف خداوند عالم ہی ہو، کوئی انسان آپ کا استاد نہ ہوتا کہ کبھی کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ پیغمبر تو میرا پڑھایا ہوا شاگرد ہے۔

دوم۔ یہ کہ کوئی شخص کبھی یہ خیال نہ کر سکے کہ فلاں آدمی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا استاد تھا تو شاید وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ علم والا ہوگا۔

سوم۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں کوئی یہ وہم بھی نہ کر سکے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم چونکہ پڑھے لکھے آدمی تھے اس لیے انہوں نے خود ہی قرآن کی آیتوں کو اپنی طرف سے بنا کر پیش کیا ہے اور قرآن انہیں کا بنایا ہوا کلام ہے۔

چہارم۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ساری دنیا کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیں تو کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ پہلی اور پرانی کتابوں کو دیکھ دیکھ کر اس قسم کی انمول اور انقلاب آفریں تعلیمات دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔

پنجم۔ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا کوئی استاد ہوتا تو آپ کو اس کی تعظیم کرنی پڑتی، حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو خالق کائنات نے اس لیے پیدا فرمایا تھا کہ سارا عالم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی تعظیم کرے، اس لیے حضرت حق جل شانہ نے اس کو گوارا نہیں فرمایا کہ میرا محبوب کسی کے آگے زانوئے تلمذتہ کرے اور کوئی اس کا استاد ہو۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

سفر شام اور بحیرہ راہب

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی عمر شریف بارہ برس کی ہوئی تو اس وقت ابوطالب نے تجارت کی غرض سے ملک شام کا سفر کیا۔ ابوطالب کو چونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے بہت ہی والہانہ محبت تھی اس لیے وہ آپ کو بھی اس سفر میں اپنے ہمراہ لے گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اعلان نبوت سے قبل تین بار تجارتی سفر فرمایا۔ دومرتبہ ملک شام گئے اور ایک بار یمن تشریف لے گئے، یہ ملک شام کا پہلا سفر ہے اس سفر کے دوران ”بصری“ میں ”بحیرہ“ راہب (عیسائی سادھو) کے پاس آپ کا قیام ہوا۔ اس نے توراۃ و انجیل میں بیان کی ہوئی نبی آخر الزماں کی نشانیوں سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو دیکھتے ہی پہچان لیا اور بہت عقیدت اور احترام کے ساتھ اس نے آپ کے قافلہ والوں کی دعوت کی اور ابوطالب سے کہا کہ یہ سارے جہان کے سردار اور رب العالمین کے رسول ہیں، جن کو خدا عز و جل نے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ شجر و حجر ان کو سجدہ کرتے ہیں اور ابران پر سایہ کرتا ہے اور ان کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہے۔ اس لئے تمہارے اور ان کے حق میں یہی بہتر ہوگا کہ اب تم ان کو لے کر آگے نہ جاؤ اور اپنا مال تجارت یہیں فروخت کر کے بہت جلد مکہ چلے جاؤ۔ کیونکہ ملک شام میں یہودی لوگ ان کے بہت بڑے دشمن ہیں۔ وہاں پہنچتے ہی وہ لوگ ان کو شہید کر ڈالیں گے۔ بحیرہ راہب کے کہنے پر ابوطالب کو خطرہ محسوس ہونے لگا۔ چنانچہ انہوں نے وہیں اپنی تجارت کا مال فروخت کر دیا اور بہت جلد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ لے کر مکہ مکرمہ واپس آ گئے۔ بحیرہ راہب نے چلتے وقت انتہائی عقیدت کے ساتھ آپ کو سفر کا کچھ توشہ بھی دیا۔ (ترمذی)

جنگِ فجار

اسلام سے پہلے عربوں میں لڑائیوں کا ایک طویل سلسلہ جاری تھا۔ انہی لڑائیوں میں سے ایک مشہور لڑائی ”جنگِ فجار“ کے نام سے مشہور ہے۔ عرب کے لوگ ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب۔ ان چار مہینوں کا بے حد احترام کرتے تھے اور ان مہینوں میں لڑائی کرنے کو گناہ جانتے تھے۔ یہاں تک کہ عام طور پر ان مہینوں میں لوگ تلواروں کو نیام میں رکھ دیتے۔ اور نیزوں کی برچھیاں اتار لیتے تھے۔ مگر اس کے باوجود کبھی کبھی ایسے ہنگامی حالات درپیش ہو گئے کہ مجبوراً ان مہینوں میں بھی لڑائیاں کرنی پڑیں۔ تو ان لڑائیوں کو اہل عرب ”حروبِ فجار“ (گناہ کی لڑائیاں) کہتے تھے۔ سب سے آخری جنگِ فجار جو ”قریش“ اور ”قیس“ کے قبیلوں کے درمیان ہوئی اس وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر شریف بیس برس کی تھی۔ چونکہ قریش اس جنگ میں حق پر تھے، اس لئے ابوطالب وغیرہ اپنے بچاؤں کے ساتھ آپ نے بھی اس جنگ میں شرکت فرمائی۔ مگر کسی پر ہتھیار نہیں اٹھایا۔ صرف اتنا ہی کیا کہ اپنے بچاؤں کو تیراٹھا اٹھا کر دیتے رہے۔ اس لڑائی میں پہلے قیس پھر قریش غالب آئے اور آخر کار صلح پر اس لڑائی کا خاتمہ ہو گیا۔

(سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۱۸۶)

حلف الفضول

روزِ روز کی لڑائیوں سے عرب کے سیکڑوں گھرانے برباد ہو گئے تھے۔ ہر طرف بد امنی اور آئے دن کی لوٹ مار سے ملک کا امن و امان غارت ہو چکا تھا۔ کوئی شخص اپنی جان و مال کو محفوظ نہیں سمجھتا تھا۔ نہ دن کو چین، نہ رات کو آرام، اس وحشت ناک صورتِ حال سے تنگ آ کر کچھ صلح پسند لوگوں نے جنگِ فجار کے خاتمہ کے بعد ایک اصلاحی تحریک چلائی۔

چنانچہ بنو ہاشم، بنو زہرہ، بنو اسد وغیرہ قبائل قریش کے بڑے بڑے سرداران عبد اللہ بن جدعان کے مکان پر جمع ہوئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا بیر بن عبد المطلب نے یہ تجویز پیش کی کہ موجودہ حالات کو سدھارنے کے لئے کوئی معاہدہ کرنا چاہیے۔ چنانچہ خاندان قریش کے سرداروں نے ”بقائے باہم“ کے اصول پر ”جیو اور جینے دو“ کے قسم کا ایک معاہدہ کیا اور حلف اٹھا کر عہد کیا کہ ہم لوگ:

- (۱) مسافروں کی حفاظت کریں گے۔
- (۲) ملک سے بے امنی دور کریں گے۔
- (۳) مظلوم کی حمایت کریں گے۔
- (۴) غریبوں کی امداد کرتے رہیں گے۔
- (۵) کسی ظالم یا غاصب کو مکہ میں نہیں رہنے دیں گے۔

اس معاہدہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی شریک ہوئے اور آپ کو یہ معاہدہ اس قدر عزیز تھا کہ اعلان نبوت کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اس معاہدہ سے مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ اگر اس معاہدہ کے بدلے میں کوئی مجھے سرخ رنگ کے اونٹ بھی دیتا تو مجھے اتنی خوشی نہیں ہوتی۔ اور آج اسلام میں بھی اگر کوئی مظلوم یا آل حلف الفضول ”کہہ کر مجھے مدد کے لئے پکارے تو میں اس کی مدد کے لئے تیار ہوں۔“

اس تاریخی معاہدہ کو ”حلف الفضول“ اس لئے کہتے ہیں کہ قریش کے اس معاہدہ سے بہت پہلے مکہ میں قبیلہ ”جرہم“ کے سرداروں کے درمیان بھی بالکل ایسا ہی ایک معاہدہ ہوا تھا۔ اور چونکہ قبیلہ جرہم کے وہ لوگ جو اس معاہدہ کے محرک تھے ان سب لوگوں کا نام ”فضل“ تھا یعنی فضل بن حارث اور فضل بن وداعہ اور فضل بن فضالہ اس لئے اس معاہدہ کا

نام ”حلف الفضول“ رکھ دیا گیا، یعنی ان چند آدمیوں کا معاہدہ جن کے نام ”فضل“ تھے۔
(سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۱۳۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ملک شام کا دوسرا سفر

جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر شریف تقریباً پچیس سال کی ہوئی تو آپ کی امانت و صداقت کا چرچا دور دور تک پہنچ چکا تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مکہ کی ایک بہت ہی مالدار عورت تھیں۔ ان کے شوہر کا انتقال ہو چکا تھا۔ ان کو ضرورت تھی کہ کوئی امانت دار آدمی مل جائے تو اس کے ساتھ اپنی تجارت کا مال و سامان ملک شام بھیجیں۔ چنانچہ ان کی نظر انتخاب نے اس کام کے لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منتخب کیا اور کہلا بھیجا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرا مال تجارت لے کر ملک شام جائیں جو معاوضہ میں دوسروں کو دیتی ہوں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امانت و دیانت داری کی بنا پر میں آپ کو اس کا دو گنا دوں گی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی درخواست منظور فرمائی اور تجارت کا مال و سامان لے کر ملک شام کو روانہ ہو گئے۔ اس سفر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے ایک معتمد غلام ”میسرہ“ کو بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ کر دیا تاکہ وہ آپ کی خدمت کرتا رہے۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ملک شام کے مشہور شہر ”بصری“ کے بازار میں پہنچے تو وہاں ”نسطورا“ راہب کی خانقاہ کے قریب میں ٹھہرے۔ ”نسطورا“ میسرہ کو بہت پہلے سے جانتا پہچانتا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت دیکھتے ہی ”نسطورا“ میسرہ کے پاس آیا اور دریافت کیا کہ اے میسرہ! یہ کون شخص ہیں جو اس درخت کے نیچے اتر پڑے ہیں۔ میسرہ نے جواب دیا کہ یہ مکہ کے رہنے والے ہیں اور خاندان بنو ہاشم کے چشم و چراغ ہیں ان کا نام نامی ”محمد“ اور لقب ”امین“ ہے۔ نسطورا

نے کہا کہ سوائے نبی کے اس درخت کے نیچے آج تک کبھی کوئی نہیں اترتا۔ اس لئے مجھے یقین کامل ہے کہ ”نبی آخر الزماں“ یہی ہیں۔ کیونکہ آخری نبی کی تمام نشانیاں جو میں نے توریت و انجیل میں پڑھی ہیں وہ سب میں ان میں دیکھ رہا ہوں۔ کاش! میں اس وقت زندہ رہتا جب یہ اپنی نبوت کا اعلان کریں گے تو میں ان کی بھرپور مدد کرتا اور پوری جاں نثاری کے ساتھ ان کی خدمت گزاری میں اپنی تمام عمر گزار دیتا۔ اے میسرہ! میں تم کو نصیحت اور وصیت کرتا ہوں کہ خبردار! ایک لمحہ کے لئے بھی تم ان سے جدا نہ ہونا اور انتہائی خلوص و عقیدت کے ساتھ ان کی خدمت کرتے رہنا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ”خاتم النبیین“ ہونے کا شرف عطا فرمایا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بصری کے بازار میں بہت جلد تجارت کا مال فروخت کر کے مکہ مکرمہ واپس آگئے۔ واپسی میں جب آپ کا قافلہ شہر مکہ میں داخل ہونے لگا تو حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک بالا خانے پر بیٹھی ہوئی قافلہ کی آمد کا منظر دیکھ رہی تھیں۔ جب ان کی نظر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پڑی تو انہیں ایسا نظر آیا کہ دو فرشتے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر پر دھوپ سے سایہ کئے ہوئے ہیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قلب پر اس نورانی منظر کا ایک خاص اثر ہوا اور وہ فرط عقیدت سے انتہائی والہانہ محبت کے ساتھ یہ حسین جلوہ دیکھتی رہیں۔ پھر اپنے غلام میسرہ سے انہوں نے کئی دن کے بعد اس کا ذکر کیا تو میسرہ نے بتایا کہ میں تو پورے سفر میں یہی منظر دیکھتا رہا ہوں۔ اور اس کے علاوہ میں نے بہت سی عجیب و غریب باتوں کا مشاہدہ کیا ہے۔ پھر میسرہ نے نسطور راہب کی گفتگو اور اسکی عقیدت و محبت کا تذکرہ بھی کیا۔ یہ سن کر حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ سے بے پناہ قلبی تعلق، اور بے حد عقیدت و محبت ہو گئی اور

یہاں تک ان کا دل جھک گیا کہ انہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نکاح کی رغبت ہو گئی۔

(مدارج النبوة ج ۲ ص ۲۷)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح

حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مال و دولت کے ساتھ انتہائی شریف اور عفت مآب خاتون تھیں۔ اہل مکہ ان کی پاک دامنی اور پارسائی کی وجہ سے ان کو طاہرہ (پاک باز) کہا کرتے تھے۔ ان کی عمر چالیس سال کی ہو چکی تھی پہلے ان کا نکاح ابو ہالہ بن زرارہ تمیمی سے ہوا تھا اور ان سے دو لڑکے "بند بن ابو ہالہ" اور "ہالہ بن ابو ہالہ" پیدا ہو چکے تھے۔ پھر ابو ہالہ کے انتقال کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دوسرا نکاح "عتیق بن عابد مخزومی" سے کیا۔ ان سے بھی دو اولاد ہوئی، ایک لڑکا "عبداللہ بن عتیق" اور ایک لڑکی "ہند بنت عتیق"۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دوسرے شوہر "عتیق" کا بھی انتقال ہو چکا تھا۔ بڑے بڑے سرداران قریش ان کے ساتھ عقد نکاح کے خواہش مند تھے لیکن انہوں نے سب پیغاموں کو ٹھکرا دیا۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیغمبرانہ اخلاق، عادات کو دیکھ کر اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حیرت انگیز حالات کو سن کر یہاں تک ان کا دل آپ کی طرف مائل ہو گیا کہ خود بخود ان کے قلب میں آپ سے نکاح کی رغبت پیدا ہو گئی۔ کہاں تو بڑے بڑے مالداروں اور شہر مکہ کے سرداروں کے پیغاموں کو رد کر چکی تھیں اور یہ طے کر چکی تھیں کہ اب چالیس برس کی عمر میں تیسرا نکاح نہیں کروں گی اور کہاں خود ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلا یا جو ان کے بھائی عوام بن خویلد کی بیوی تھیں۔ ان سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کچھ ذاتی حالات کے بارے میں مزید معلومات حاصل کیں پھر "نفیسہ" بنت امیہ کے ذریعہ خود ہی

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا۔ مشہور امام سیرت محمد بن اسحق نے لکھا ہے کہ اس رشتہ کو پسند کرنے کی وجوہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کی ہے وہ خود ان کے الفاظ میں یہ ہے:

”إِنِّي قَدْ رَغِبْتُ فَيْكَ لِحُسْنِ خُلُقِكَ وَصِدْقِ حَدِيثِكَ“

یعنی میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اچھے اخلاق اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سچائی کی وجہ سے آپ کو پسند کیا۔ (زر قانی علی المواہب ج ۱ ص ۲۰۰)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس رشتہ کو اپنے چچا ابوطالب اور خاندان کے دوسرے بڑے بوڑھوں کے سامنے پیش فرمایا۔ بھلا حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جیسی پاک دامن، شریف، عقلمند اور مالدار عورت سے شادی کرنے کو کون نہ کہتا؟ سارے خاندان والوں نے نہایت خوشی کے ساتھ اس رشتہ کو منظور کر لیا۔ اور نکاح کی تاریخ مقرر ہوئی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابوطالب وغیرہ اپنے چچاؤں اور خاندان کے دوسرے افراد اور شرفاء بنی ہاشم و سرداران مضر کو اپنی برات میں لے کر حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان پر تشریف لے گئے اور نکاح ہوا۔ اس نکاح کے وقت ابوطالب نے نہایت ہی فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا۔ اس خطبہ سے بہت اچھی طرح اس بات کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ اعلان نبوت سے پہلے آپ کے خاندانی بڑے بوڑھوں کا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق کیسا خیال تھا اور آپ کے اخلاق و عادات نے ان لوگوں پر کیسا اثر ڈالا تھا۔ ابوطالب کے اس خطبہ کا ترجمہ یہ ہے:

تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس نے ہم لوگوں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں بنایا اور ہم کو معد اور مضر کے خاندان میں

پیدا فرمایا اور اپنے گھر (کعبہ) کا نگہبان اور اپنے حرم کا منتظم بنایا اور ہم کو علم و حکمت والا گھر اور امن والا حرم عطا فرمایا اور ہم کو لوگوں پر حاکم بنایا۔

یہ میرے بھائی کافر زند محمد بن عبد اللہ ہے۔ یہ ایک ایسا جوان ہے کہ قریش کے جس شخص کا بھی اس کے ساتھ موازنہ کیا جائے یہ اس سے ہر شان میں بڑھا ہوا ہی رہے گا۔ ہاں مال اس کے پاس کم ہے لیکن مال تو ایک ڈھلتی ہوئی چھاؤں اور ادل بدل ہونے والی چیز ہے۔ اما بعد! میرا بھتیجا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) وہ شخص ہے جس کے ساتھ میری قربت اور قربت و محبت کو تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو۔ وہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کرتا ہے اور میرے مال میں سے بیس اونٹ مہر مقرر کرتا ہے اور اس کا مستقبل بہت ہی تابناک، عظیم الشان اور جلیل القدر ہے۔ (زرقانی علی المواعظ ج ۱ ص ۲۰۱)

جب ابوطالب اپنا یہ ولولہ انگیز خطبہ ختم کر چکے تو حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل نے بھی کھڑے ہو کر ایک شاندار خطبہ پڑھا۔ جس کا مضمون یہ ہے:

خدا ہی کے لئے حمد ہے جس نے ہم کو ایسا ہی بنایا جیسا کہ اے ابوطالب! آپ نے ذکر کیا اور ہمیں وہ تمام فضیلتیں عطا فرمائی ہیں جن کو آپ نے شمار کیا۔ بلاشبہ ہم لوگ عرب کے پیشوا اور سردار ہیں اور آپ لوگ بھی تمام فضائل کے اہل ہیں۔ کوئی قبیلہ آپ لوگوں کے فضائل کا انکار نہیں کر سکتا اور کوئی شخص آپ لوگوں کے فخر و شرف کو رد نہیں کر سکتا اور بے شک ہم لوگوں نے نہایت ہی رغبت کے ساتھ آپ لوگوں کے ساتھ ملنے اور رشتہ میں شامل ہونے کو پسند کیا۔ لہذا اے قریش! تم گواہ رہو کہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو میں نے محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی زوجیت میں دیا چار

سومثال مہر کے بدلے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مکان

الغرض حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نکاح ہو گیا اور حضور محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خانہ معیشت ازدواجی زندگی کے ساتھ آباد ہو گیا۔ حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تقریباً ۲۵ برس تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں رہیں اور ان کی زندگی میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی دوسرا نکاح نہیں فرمایا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا باقی آپ کی تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی کے بطن سے پیدا ہوئی۔ جن کا تفصیلی بیان آگے آئے گا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی ساری دولت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدموں پر قربان کر دی اور اپنی تمام عمر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غمگساری اور خدمت میں گزار کر دی۔

کعبۃ اللہ کی تعمیر

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی راست بازی اور امانت و دیانت کی بدولت خداوند عالم عز و جل نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو اس قدر مقبول خلائق بنا دیا اور عقل سلیم اور بے مثال دانائی کا ایسا عظیم جوہر عطا فرما دیا کہ کم عمری میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرب کے بڑے بڑے سرداروں کے جھگڑوں کا ایسا لا جواب فیصلہ فرما دیا کہ بڑے بڑے دانشوروں اور سرداروں نے اس فیصلہ کی عظمت کے آگے سر جھکا دیا، اور سب نے بالاتفاق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا حکم اور سردارِ اعظم تسلیم کر لیا۔ چنانچہ اس قسم کا

ایک واقعہ تعمیر کعبہ کے وقت پیش آیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر پینتیس (۳۵) برس کی ہوئی تو زوردار بارش سے حرم کعبہ میں ایسا عظیم سیلاب آگیا کہ کعبہ کی عمارت بالکل ہی منہدم ہو گئی۔ حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل علیہما السلام کا بنایا ہوا کعبہ بہت پرانا ہو چکا تھا۔ علاقہ قبیلہ جرہم اور قصی وغیرہ اپنے اپنے وقتوں میں اس کعبہ کی تعمیر و مرمت کرتے رہے مگر چونکہ عمارت نشیب میں تھی اس لئے پہاڑوں سے برساتی پانی کے بہاؤ کا زوردار دھارا وادی مکہ میں ہو کر گزرتا تھا اور اکثر حرم کعبہ میں سیلاب آجاتا تھا۔ کعبہ کی حفاظت کے لیے بالائی حصہ میں قریش نے کئی بند بھی بنائے تھے مگر وہ بند بار بار ٹوٹ جاتے تھے۔ اس لیے قریش نے یہ طے کیا کہ عمارت کو ڈھا کر پھر سے کعبہ کی ایک مضبوط عمارت بنائی جائے جس کا دروازہ بلند ہو اور چھت بھی ہو۔ چنانچہ قریش نے مل جل کر تعمیر کا کام شروع کر دیا۔ اس تعمیر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی شریک ہوئے اور سرداران قریش کے دوش بدوش پتھر اٹھا اٹھا کرتے رہے مختلف قبیلوں نے تعمیر کے لیے مختلف حصے آپس میں تقسیم کر لئے۔ جب عمارت ”حجر اسود“ تک پہنچ گئی تو قبائل میں سخت جھگڑا کھڑا ہو گیا۔ ہر قبیلہ یہی چاہتا تھا کہ ہم ہی ”حجر اسود“ کو اٹھا کر دیوار میں نصب کریں۔ تاکہ ہمارے قبیلہ کے لئے یہ فخر و اعزاز کا باعث بن جائے۔ اس کشمکش میں چار دن گزر گئے یہاں تک نوبت پہنچی کہ تلواریں نکل آئیں بنو عبدالدار اور بنو عدی کے قبیلوں نے تو اس پر جان کی بازی لگادی اور زمانہ جاہلیت کے دستور کے مطابق اپنی قسموں کو مضبوط کرنے کے لئے ایک پیالہ میں خون بھر کر اپنی انگلیاں اس میں ڈبو کر چاٹ لیں۔ پانچویں دن حرم کعبہ میں تمام قبائل عرب جمع ہوئے اور اس جھگڑے کو طے کرنے کے لئے ایک بڑے بوڑھے شخص نے یہ تجویز پیش کی کہ کل جو شخص صبح سویرے سب سے پہلے حرم کعبہ میں داخل

ہو اس کو بیچ مان لیا جائے۔ وہ جو فیصلہ کر دے سب اس کو تسلیم کر لیں۔ چنانچہ سب نے یہ بات مان لی۔ خدا عز وجل کی شان کے صبح کو جو شخص حرم کعبہ میں داخل ہوا وہ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی تھے۔ آپ کو دیکھتے ہی سب پکار اٹھے کہ واللہ یہ ”امین“ ہیں لہذا ہم سب ان کے فیصلہ پر راضی ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس جھگڑے کا اس طرح تصفیہ فرمایا کہ پہلے آپ نے یہ حکم دیا کہ جس جس قبیلہ کے لوگ حجر اسود کو اس کے مقام پر رکھنے کے مدئی ہیں ان کا ایک ایک سردار چن لیا جائے۔ چنانچہ ہر قبیلہ والوں نے اپنا اپنا سردار چن لیا۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک کو بچھا کر حجر اسود کو اس پر رکھا اور سرداروں کو حکم دیا کہ سب لوگ اس چادر کو تھام کر مقدس پتھر کو اٹھائیں۔ چنانچہ سب سرداروں نے چادر کو اٹھایا اور جب حجر اسود اپنے مقام تک پہنچ گیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے متبرک ہاتھوں سے اس مقدس پتھر کو اٹھا کر اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ اس طرح ایک ایسی خوزیر لڑائی ٹل گئی جس کے نتیجہ میں نہ معلوم کتنا خون خرابا ہوتا۔

(سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۱۹۶ تا ۱۹۷)

خانہ کعبہ کی عمارت بن گئی لیکن تعمیر کے لئے جو سامان جمع کیا گیا تھا وہ کم پڑ گیا اس لئے ایک طرف کا کچھ حصہ باہر چھوڑ کر نئی بنیاد قائم کر کے چھوٹا سا کعبہ بنا لیا گیا کعبہ معظمہ کا یہی حصہ جس کو قریش نے عمارت سے باہر چھوڑ دیا ”حطیم“ کہلاتا ہے جس میں کعبہ معظمہ کی چھت کا پرانا لگتا ہے۔

کعبہ کتنی بار تعمیر کیا گیا؟

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ”تاریخ مکہ“ میں تحریر

فرمایا ہے کہ ”خانہ کعبہ“ دس مرتبہ تعمیر کیا گیا:

- (۱) سب سے پہلے فرشتوں نے ٹھیک "بیت المعمور" کے سامنے زمین پر خانہ کعبہ کو بنایا۔
- (۲) پھر حضرت آدم علیہ السلام نے اس کی تعمیر فرمائی۔
- (۳) اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کے فرزندوں نے اس عمارت کو بنایا۔
- (۴) اس کے بعد حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور ان کے فرزند ارمجد حضرت اسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام نے اس مقدس گھر کو تعمیر کیا۔ جس کا تذکرہ قرآن مجید میں ہے۔
- (۵) قوم عالملقہ کی عمارت۔
- (۶) اس کے بعد قبیلہ جرہم نے اس کی عمارت بنائی۔
- (۷) قریش کے مورث اعلیٰ "نصی بن کلاب" کی تعمیر۔
- (۸) قریش کی تعمیر جس میں خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی شرکت فرمائی اور قریش کے ساتھ خود بھی اپنے دوش مبارک پر پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے رہے۔
- (۹) حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تجویز کردہ نقشہ کے مطابق تعمیر کیا۔ یعنی حطیم کی زمین کو کعبہ میں داخل کر دیا۔ اور دروازہ سطح زمین کے برابر بنچا رکھا اور ایک دروازہ مشرق کی جانب اور ایک دروازہ مغرب کی سمت بنا دیا۔
- (۱۰) عبد الملک بن مروان اموی کے ظالم گورنر حجاج بن یوسف ثقفی نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا۔ اور ان کے بنائے ہوئے کعبہ کو ڈھا دیا۔ اور پھر زمانہ جاہلیت کے نقشہ کے مطابق کعبہ بنا دیا۔ جو آج تک موجود ہے۔
- لیکن حضرت علامہ حلبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی سیرت میں لکھا ہے کہ نئے سرے سے کعبہ کی تعمیر جدید صرف تین ہی مرتبہ ہوئی ہے:

(۱) حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی تعمیر

(۲) زمانہ جاہلیت میں قریش کی عمارت اور ان دونوں تعمیروں میں دو ہزار سات سو پینتیس (۲۷۳۵) برس کا فاصلہ ہے۔

(۳) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعمیر جو قریش کی تعمیر کے بیاسی سال بعد ہوئی۔ حضرات ملائکہ اور حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے فرزندوں کی تعمیرات کے بارے میں علامہ حلبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ یہ صحیح روایتوں سے ثابت ہی نہیں ہے۔ باقی تعمیروں کے بارے میں انہوں نے لکھا کہ یہ عمارت میں معمولی ترمیم یا ٹوٹ پھوٹ کی مرمت تھی۔ تعمیر جدید نہیں تھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (حاشیہ بخاری ج ۱ ص ۲۱۵ باب فضل مکہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلقہ احباب

اعلان نبوت سے قبل جو لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مخصوص احباب و رفقاء تھے وہ سب نہایت ہی بلند اخلاق، عالی مرتبہ، ہوش مند اور باوقار لوگ تھے۔ ان میں سب سے زیادہ مقرب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جو برسوں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ وطن اور سفر میں رہے۔ اور تجارت نیز دوسرے کاروباری معاملات میں ہمیشہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شریک کار و راز دار رہے۔ اسی طرح حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چچا زاد بھائی حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو قریش کے نہایت ہی معزز رئیس تھے اور جن کا ایک خصوصی شرف یہ ہے کہ ان کی ولادت خانہ کعبہ کے اندر ہوئی تھی، یہ بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مخصوص احباب میں خصوصی امتیاز رکھتے تھے۔ حضرت حماد بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو زمانہ جاہلیت میں طبابت اور جراثیمی کا پیشہ کرتے

تھے یہ بھی احباب خاص میں سے تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کے بعد یہ اپنے گاؤں سے مکہ آئے تو کفار قریش کی زبانی یہ پروپیگنڈا سنا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مجنون ہو گئے ہیں۔ پھر یہ دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راستہ میں تشریف لے جا رہے ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے لڑکوں کا ایک غول ہے جو شور مچا رہا ہے۔ یہ دیکھ کر حضرت ضامد بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کچھ شبہ پیدا ہوا اور پرانی دوستی کی بنا پر ان کو انتہائی رنج و قلق ہوا۔ چنانچہ یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں طیب ہوں اور جنون کا علاج کر سکتا ہوں۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خدا عز و جل کی حمد و ثنا کے بعد چند جملے ارشاد فرمائے جن کا حضرت ضامد بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلب پر اتنا گہرا اثر پڑا کہ وہ فوراً ہی مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ (مشکوٰۃ)

حضرت قیس بن سائب مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تجارت کے کاروبار میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شریک کار رہا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گہرے دوستوں میں سے تھے۔ کہا کرتے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معاملہ اپنے تجارتی شرکا کے ساتھ ہمیشہ نہایت ہی صاف ستھرا رہتا تھا اور کبھی کوئی جھگڑا پیش نہیں آتا تھا۔ (استیعاب ج ۲ ص ۷۵۳)

موحدین عرب سے تعلقات

عرب میں اگرچہ ہر طرف شرک پھیل گیا تھا اور گھر گھر میں بت پرستی کا چرچا تھا۔ مگر اس ماحول میں بھی کچھ ایسے لوگ تھے جو توحید کے پرستار، اور شرک و بت پرستی سے بیزار تھے۔ انہی خوش نصیبوں میں زید بن عمرو بن نفیل ہیں۔ یہ علی الاعلان شرک و بت پرستی

سے انکار، اور جاہلیت کی مشرکانہ رسموں سے نفرت کا اظہار کرتے تھے۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا زاد بھائی ہیں۔ شرک و بت پرستی کے خلاف اعلان مذمت کی بنا پر ان کا چچا "خطاب بن نفیل" ان کو بہت زیادہ تکلیفیں دیا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ ان کو مکہ سے شہر بدر کر دیا تھا اور ان کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیتا تھا۔ مگر یہ ہزاروں ایذاؤں کے باوجود عقیدہ توحید پر پہاڑ کی طرح ڈٹے ہوئے تھے۔ چنانچہ آپ کے دو شعر بہت مشہور ہیں جن کو یہ مشرکین کے میلوں اور جمعوں میں بہ آواز بلند سنایا کرتے تھے کہ

أَذِينَ إِذَا تَقَسَّيْتَ الْأُمُودَ أَرَبْنَا وَاحِدًا أَمْ أَلْفَ رَبِّ
كَذَلِكَ يَفْعَلُ الرَّجُلُ الْبَصِيرُ تَرَكْتُ اللَّاتَ وَالْعُزَّى جَمِيعًا
یعنی کیا میں ایک رب کی اطاعت کروں یا ایک ہزار رب کی؟ جب کہ لوگوں کے دینی معاملات تقسیم ہو چکے ہیں۔ میں نے تولات و عزئی کو چھوڑ دیا ہے۔ اور ہر بصیرت والا ایسا ہی کرے گا (سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۲۲۶)

یہ مشرکین کے دین سے متنفر ہو کر دین برحق کی تلاش میں ملک شام چلے گئے تھے۔ وہاں ایک یہودی عالم سے ملے۔ پھر ایک نصرانی پادری سے ملاقات کی اور جب آپ نے یہودی و نصرانی دین کو قبول نہیں کیا تو ان دونوں نے "دین حنیف" کی طرف آپ کی رہنمائی کی جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا دین تھا اور ان دونوں نے یہ بھی بتایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے نہ نصرانی، اور وہ ایک خدائے واحد کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے تھے۔ یہ سن کر زید بن عمرو بن نفیل ملک شام سے مکہ واپس آ گئے۔ اور ہاتھ اٹھا اٹھا کر مکہ میں بہ آواز بلند یہ کہا کرتے تھے کہ اے لوگو! گواہ ہو کہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ہوں۔ (سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۲۲۵)

اعلانِ نبوت سے پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ زید بن عمرو بن نفیل کو بڑا خاص تعلق تھا اور کبھی کبھی ملاقاتیں بھی ہوتی رہتی تھیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں کہ ایک مرتبہ وحی نازل ہونے سے پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقام ”بلدح“ کی ترائی میں زید بن عمرو بن نفیل سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے دسترخوان پر کھانا پیش کیا۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھانے سے انکار کر دیا تو زید بن عمرو بن نفیل کہنے لگے کہ میں بتوں کے نام پر ذبح کئے ہوئے جانوروں کا گوشت نہیں کھاتا۔ میں صرف وہی ذبیحہ کھاتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔ پھر قریش کے ذبیحوں کی برائی بیان کرنے لگے اور قریش کو مخاطب کر کے کہنے لگے کہ بکری کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے آسمان سے پانی برسا یا اور زمین سے گھاس اگائی۔ پھر اے قریش! تم بکری کو اللہ کے غیر (بتوں) کے نام پر ذبح کرتے ہو؟ (سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۲۲۶)

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتی ہیں کہ میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو دیکھا کہ وہ خانہ کعبہ سے ٹیک لگائے ہوئے کہتے تھے کہ اے جماعت قریش! خدا کی قسم! میرے سوا تم میں سے کوئی بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر نہیں ہے۔ (بخاری ج ۱ باب حدیث زید بن عمرو بن نفیل ص ۵۴۰)

کاروباری مصروفیات

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اصل خاندانی پیشہ تجارت تھا اور چونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بچپن ہی میں ابوطالب کے ساتھ کئی بار تجارتی سفر فرما چکے تھے۔ جس سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تجارتی لین دین کا کافی تجربہ بھی حاصل ہو چکا تھا۔ اس لئے

ذریعہ معاش کے لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تجارت کا پیشہ اختیار فرمایا۔ اور تجارت کی غرض سے شام و بصری اور یمن کا سفر فرمایا۔ اور ایسی راست بازی اور امانت و دیانت کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تجارتی کاروبار کیا کہ آپ کے شرکاء کا کاروبار تمام اہل بازار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو "امین" کے لقب سے پکارنے لگے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت کامیاب تاجر

ایک کامیاب تاجر کے لئے امانت، سچائی، وعدہ کی پابندی، خوش اخلاقی تجارت کی جان ہیں۔ ان خصوصیات میں مکہ کے تاجر امین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو تاریخی شاہکار پیش کیا ہے اس کی مثال تاریخ عالم میں نادر روزگار ہے۔

حضرت عبداللہ بن ابی الحسنا صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ نزول وحی اور اعلان نبوت سے پہلے میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ خرید و فروخت کا معاملہ کیا۔ کچھ رقم میں نے ادا کر دی، کچھ باقی رہ گئی تھی۔ میں نے وعدہ کیا کہ میں ابھی ابھی آکر باقی رقم بھی ادا کر دوں گا۔ اتفاق سے تین دن تک مجھے اپنا وعدہ یاد نہیں آیا۔ تیسرے دن جب میں اس جگہ پہنچا جہاں میں نے آنے کا وعدہ کیا تھا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اسی جگہ منتظر پایا۔ مگر میری اس وعدہ خلافی سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ماتھے پر اک ذرا بل نہیں آیا۔ بس صرف اتنا ہی فرمایا کہ تم کہاں تھے؟ میں اس مقام پر تین دن سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۴۳ باب فی العدة۔ مجتہبی)

اسی طرح ایک صحابی حضرت سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مسلمان ہو کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو لوگ ان کی تعریف کرنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں انہیں تمہاری نسبت زیادہ جانتا ہوں۔ حضرت سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کہتے ہیں میں عرض گزار ہوا میرے ماں باپ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فدا ہوں آپ نے سچ فرمایا، اعلان نبوت سے پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے شریک تجارت تھے اور کیا ہی اچھے شریک تھے، آپ نے کبھی لڑائی جھگڑا نہیں کیا تھا۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۷۱ باب کراہیۃ المرء مجتہائی)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا غیر معمولی کردار

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ طفولیت ختم ہوا اور جوانی کا زمانہ آیا تو بچپن کی طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جوانی بھی عام لوگوں سے نرالی تھی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شباب مجسم حیا اور چال چلن عصمت و وقار کا کامل نمونہ تھا۔ اعلان نبوت سے قبل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمام زندگی بہترین اخلاق و عادات کا خزانہ تھی۔ سچائی، دیانتداری، وفاداری، عہد کی پابندی، بزرگوں کی عظمت، چھوٹوں پر شفقت، رشتہ داروں سے محبت، رحم و سخاوت، قوم کی خدمت، دوستوں سے ہمدردی، عزیزوں کی غمخواری، غریبوں اور مفلسوں کی خبر گیری، دشمنوں کے ساتھ نیک برتاؤ، مخلوق خدا کی خیر خواہی، غرض تمام نیک خصلتوں اور اچھی اچھی باتوں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتنی بلند منزل پر پہنچے ہوئے تھے کہ دنیا کے بڑے سے بڑے انسانوں کیلئے وہاں تک رسائی تو کیا؟ اس کا تصور بھی ممکن نہیں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمدہ خصائل

کم بولنا، فضول باتوں سے نفرت کرنا، خندہ پیشانی اور خوش روئی کے ساتھ دوستوں اور دشمنوں سے ملنا۔ ہر معاملہ میں سادگی اور صفائی کے ساتھ بات کرنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاص شیوہ تھا۔

حرص، طمع، دغا، فریب، جھوٹ، شراب خوری، بدکاری، تاج گانا، لوٹ مار، چوری، بخش گوئی، عشق بازی، یہ تمام بری عادتیں اور مذموم خصلتیں جو زمانہ جاہلیت میں گویا ہر بچے کے خمیر میں ہوتی تھیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی ان تمام عیوب و نقائص سے پاک صاف رہی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی راست بازی اور امانت و دیانت کا پورے عرب میں شہرہ تھا اور مکہ کے ہر چھوٹے بڑے کے دلوں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برگزیدہ اخلاق کا اعتبار، اور سب کی نظروں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک خاص وقار تھا۔

زمانہ جاہلیت کی رسوم سے نفرت

بچپن سے تقریباً چالیس برس کی عمر شریف ہو گئی۔ لیکن زمانہ جاہلیت کے ماحول میں رہنے کے باوجود تمام مشرکانہ رسوم، اور جاہلانہ اطوار سے ہمیشہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دامن عصمت پاک ہی رہا۔ مکہ شرک و بت پرستی کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ خود خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بتوں کی پوجا ہوتی تھی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاندان والے ہی کعبہ کے متولی اور سجادہ نشین تھے۔ لیکن اس کے باوجود آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی بھی بتوں کے آگے سر نہیں جھکایا۔

جب حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس زندگی کا چالیسواں سال شروع ہوا تو ناگہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں ایک نیا انقلاب رونما ہو گیا کہ ایک دم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خلوت پسند ہو گئے اور اکیلے تنہائی میں بیٹھ کر خدا کی عبادت کرنے کا ذوق و شوق پیدا ہو گیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر اوقات غور و فکر میں پائے جاتے تھے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بیشتر وقت مناظر قدرت کے مشاہدہ اور کائنات

فطرت کے مطالعہ میں صرف ہوتا تھا۔ دن رات خالق کائنات کی ذات و صفات کے تصور میں مستغرق اور اپنی قوم کے بگڑے ہوئے حالات کے سدھار اور اس کی تدبیروں کے سوچ بچار میں مصروف رہنے لگے اور ان دنوں میں ایک نئی بات یہ بھی ہو گئی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اچھے اچھے خواب نظر آنے لگے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہر خواب اتنا سچا ہوتا کہ خواب میں جو کچھ دیکھتے اس کی تعبیر صبح صادق کی طرح روشن ہو کر ظاہر ہو جایا کرتی تھی۔ (بخاری ج ۱ ص ۲)

غارِ حراء میں خلوت

مکہ مکرمہ سے تقریباً تین میل کی دوری پر ”جبلِ حراء“ نامی پہاڑ کے اوپر ایک غار (کھوہ) ہے جس کو ”غارِ حراء“ کہتے ہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر کئی کئی دنوں کا کھانا پانی ساتھ لے کر اس غار کے پرسکون ماحول کے اندر خدا کی عبادت میں مصروف رہا کرتے تھے۔ جب کھانا پانی ختم ہو جاتا تو کبھی خود گھر پر آکر لے جاتے اور کبھی حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کھانا پانی غار میں پہنچا دیا کرتی تھیں۔ آج بھی یہ نورانی غار اپنی اصلی حالت میں موجود اور زیارت گاہِ خلاق ہے۔

پہلی وحی

ایک دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ”غارِ حراء“ کے اندر عبادت میں مشغول تھے کہ بالکل اچانک غار میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ایک فرشتہ ظاہر ہوا۔ (یہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے جو ہمیشہ خدا عزوجل کا پیغام اس کے رسولوں علیہم الصلاۃ والسلام تک پہنچاتے رہے ہیں) فرشتے نے ایک دم کہا کہ ”پڑھئے“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ”پڑھنے والا نہیں ہوں۔“ فرشتے نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پکڑا

اور نہایت گرم جوشی کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زوردار معانقہ کیا پھر چھوڑ کر کہا کہ ”پڑھئے“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کہ ”میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔“ فرشتہ نے دوسری مرتبہ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے سینے سے چمٹایا اور چھوڑ کر کہا کہ ”پڑھئے“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر وہی فرمایا کہ ”میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔“ تیسری مرتبہ پھر فرشتہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت زور کے ساتھ اپنے سینے سے لگا کر چھوڑا اور کہا کہ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَأْ ۝ رَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝

یہی سب سے پہلی وحی تھی جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ ان آیتوں کو یاد کر کے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے گھر تشریف لائے۔ مگر اس واقعہ سے جو بالکل ناگہانی طور پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پیش آیا اس سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر لرزہ طاری تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گھر والوں سے فرمایا کہ مجھے کملی اڑھاؤ۔ مجھے کملی اڑھاؤ۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خوف دور ہوا اور کچھ سکون ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے غار میں پیش آنے والا واقعہ بیان کیا اور فرمایا کہ ”مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔“ یہ سن کر حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ نہیں، ہرگز نہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جان کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ کبھی بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رسوا نہیں کرے گا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو رشتہ داروں کے ساتھ بہترین سلوک کرتے ہیں۔ دوسروں کا بار خود اٹھاتے ہیں۔ خود کما کما کر مفلسوں اور محتاجوں کو عطا فرماتے ہیں۔ مسافروں کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق و انصاف کی خاطر سب کی مصیبتوں اور

مشکلات میں کام آتے ہیں

کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا؟

اس کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے چچا زاد بھائی ”ورقہ بن نوفل“ کے پاس لے گئیں۔ ورقہ ان لوگوں میں سے تھے جو ”موحد“ تھے اور اہل مکہ کے شرک و بت پرستی سے بیزار ہو کر ”نصرانی“ ہو گئے تھے اور انجیل کا عبرانی زبان سے عربی میں ترجمہ کیا کرتے تھے۔ بہت بوڑھے اور تائیدناہ چکے تھے۔ حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے کہا کہ بھائی جان! آپ اپنے بھتیجے کی بات سنیے۔ ورقہ بن نوفل نے کہا کہ بتائیے۔ آپ نے کیا دیکھا ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غار حراء کا پورا واقعہ بیان فرمایا۔ یہ سن کر ورقہ بن نوفل نے کہا کہ یہ تو وہی فرشتہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجا تھا۔ پھر ورقہ بن نوفل کہنے لگے کہ کاش! میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کے زمانے میں تندرست جوان ہوتا۔ کاش! میں اس وقت تک زندہ رہتا جب آپ کی قوم آپ کو مکہ سے باہر نکالے گی۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (تعجب سے) فرمایا کہ کیا مکہ والے مجھے مکہ سے نکال دیں گے تو ورقہ نے کہا جی ہاں! جو شخص بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرح نبوت لے کر آیا لوگ اس کے ساتھ دشمنی پر کمر بستہ ہو گئے۔

اس کے بعد کچھ دنوں تک وحی اترنے کا سلسلہ بند ہو گیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وحی کے انتظار میں مضطرب اور بے قرار رہنے لگے۔ یہاں تک کہ ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہیں گھر سے باہر تشریف لے جا رہے تھے کہ کسی نے ”یا محمد“ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہہ کر پکارا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھا تو

یہ نظر آیا کہ وہی فرشتہ (حضرت جبریل علیہ السلام) جو غار میں آیا تھا آسمان و زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ یہ منظر دیکھ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں ایک خوف کی کیفیت پیدا ہو گئی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکان پر آ کر لیٹ گئے اور گھروالوں سے فرمایا کہ مجھے کمبل اڑھاؤ۔ مجھے کمبل اڑھاؤ۔ چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کمبل اوڑھ کر لیٹے ہوئے تھے کہ ناگہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سورۃ مدثر کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں اور رب تعالیٰ کا فرمان اتر پڑا کہ

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنْذِرْ ۝ وَرَبُّكَ فَكَذَّبْ ۝ وَيَسْتَأْذِنُكَ فَلَقْهُ ۝ وَالْوَخْزَ فَاهْجُرْ

○ (بخاری ج ۳ ص ۳)

یعنی اے بالاپوش اوڑھنے والے کھڑے ہو جاؤ پھر ڈر سناؤ اور اپنے رب ہی کی بڑائی بولو اور اپنے کپڑے پاک رکھو اور بتوں سے دور رہو۔

ان آیات کے نزول کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خداوند قدوس نے دعوتِ اسلام کے منصب پر مامور فرما دیا اور آپ خداوند تعالیٰ کے حکم کے مطابق دعوتِ حق اور تبلیغِ اسلام کے لئے کمر بستہ ہو گئے۔

دعوتِ اسلام ادوار

پہلا دور

تین برس تک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انتہائی پوشیدہ طور پر نہایت رازداری کے ساتھ تبلیغِ اسلام کا فرض ادا فرماتے رہے اور اس درمیان میں عورتوں میں سب سے پہلے حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آزاد مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور لڑکوں میں سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور

علاموں میں سب سے پہلے زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعوت و تبلیغ سے حضرت عثمان، حضرت زبیر بن العوام، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی جلد ہی دامن اسلام میں آ گئے۔ پھر چند دنوں کے بعد حضرت ابو عبیدہ بن الجراح، حضرت ابوسلمہ عبد اللہ بن عبد الاسد، حضرت ارقم بن ابی ارقم، حضرت عثمان بن مظعون اور ان کے دونوں بھائی حضرت قدامہ اور حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اسلام میں داخل ہو گئے۔ پھر کچھ مدت کے بعد حضرت ابوذر غفاری و حضرت صہیب رومی، حضرت عبیدہ بن الحارث بن عبد المطلب، سعید بن زید بن عمرو بن نفیل اور ان کی بیوی فاطمہ بنت الخطاب حضرت عمر کی بہن رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چچی حضرت ام الفضل حضرت عباس بن عبد المطلب کی بیوی اور حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی مسلمان ہو گئیں۔ ان کے علاوہ دوسرے بہت سے مردوں اور عورتوں نے بھی اسلام لانے کا شرف حاصل کر لیا۔ (زر قانی علی المواہب ج ۱ ص ۲۴۶)

واضح رہے کہ سب سے پہلے اسلام لانے والے جو ”سابقین اولین“ کے لقب سے سرفراز ہیں ان خوش نصیبوں کی فہرست پر نظر ڈالنے سے پتا چلتا ہے کہ سب سے پہلے دامن اسلام میں آنے والے وہی لوگ ہیں جو فطرۃ نیک طبع اور پہلے ہی سے دین حق کی تلاش میں سرگرداں تھے اور کفار مکہ کے شرک و بت پرستی اور مشرکانہ رسوم جاہلیت سے متنفر اور بیزار تھے۔ چنانچہ نبی برحق کے دامن میں دین حق کی تجلی دیکھتے ہی یہ نیک بخت لوگ پر دانوں کی طرح شمع نبوت پر نثار ہونے لگے اور مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

تین برس کی اس خفیہ دعوت اسلام میں مسلمانوں کی ایک جماعت تیار ہو گئی اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سورہ "شعراء" کی آیت وَ اَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْاَقْرَبِينَ ۝ نازل فرمائی اور خداوند تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اے محبوب! آپ اپنے قریبی خاندان والوں کو خدا سے ڈرائیے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دن کوہ صفا کی چوٹی پر چڑھ کر "یا معشر قریش" کہہ کر قبیلہ قریش کو پکارا۔ جب سب قریش جمع ہو گئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے میری قوم! اگر میں تم لوگوں سے یہ کہہ دوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر چھپا ہوا ہے جو تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم لوگ میری بات کا یقین کر لو گے؟ تو سب نے ایک زبان ہو کر کہا کہ ہاں! ہاں! ہم یقیناً آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بات کا یقین کر لیں گے کیونکہ ہم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہمیشہ سچا اور امین ہی پایا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا تو پھر میں یہ کہتا ہوں کہ میں تم لوگوں کو عذاب الہی سے ڈرا رہا ہوں اور اگر تم لوگ ایمان نہ لاؤ گے تو تم پر عذاب الہی اتر پڑے گا۔ یہ سن کر تمام قریش جن میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چچا ابولہب بھی تھا سخت ناراض ہو کر سب کے سب چلے گئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں اول فoul

بکنے لگے۔ (بخاری ج ۲ ص ۷۰۲ و عامہ تفاسیر)

تیسرا دور

اب وہ وقت آ گیا کہ اعلان نبوت کے چوتھے سال سورہ حجر کی آیت فَاَصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ نازل فرمائی اور حضرت حق جل شانہ نے یہ حکم فرمایا کہ اے محبوب! آپ کو جو حکم دیا گیا ہے اس کو علی الاعلان بیان فرمائیے۔ چنانچہ اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علانیہ طور پر دین اسلام کی تبلیغ فرمانے لگے۔ اور شرک و بت پرستی کی کھلم کھلا برائی بیان فرمانے لگے۔

اور تمام قریش بلکہ تمام اہل مکہ بلکہ پورا عرب آپ کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گیا۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی ایذا رسانیوں کا ایک طولانی سلسلہ شروع ہو گیا۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم و ستم

کفار مکہ خاندان بنو ہاشم کے انتقام اور لڑائی بھڑک اٹھنے کے خوف سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قتل تو نہیں کر سکے لیکن طرح طرح کی تکلیفوں اور ایذا رسانیوں سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ظلم و ستم کا پہاڑ توڑنے لگے۔ چنانچہ سب سے پہلے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاہن، ساحر، شاعر، مجنون ہونے کا ہر کوچہ و بازار میں زوردار پروپیگنڈہ کرنے لگے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے شریر لڑکوں کا غول لگا دیا جو راستوں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پھبتیاں کتے، گالیاں دیتے اور یہ دیوانہ ہے، یہ دیوانہ ہے، کا شور مچا چا کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوپر پتھر پھینکتے۔ کبھی کفار مکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے راستوں میں کانٹے بچھاتے۔ کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر نجاست ڈال دیتے۔ کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دھکا دیتے۔ کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس اور نازک گردن میں چادر کا پھندہ ڈال کر گلا گھونٹنے کی کوشش کرتے۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حرم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک دم سنگدل کافر عقبہ بن ابی معیط نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گلے میں چادر کا پھندہ ڈال کر اس زور سے کھینچا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دم گھٹنے لگا۔ چنانچہ یہ منظر دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے قرار ہو کر دوڑ پڑے اور عقبہ بن ابی معیط کو دھکا دے کر دفع کیا اور یہ کہا کہ کیا تم لوگ ایسے آدمی کو قتل کرتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ ”میرا رب اللہ ہے۔“ اس دھکم دھکا میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کفار کو مارا

بھی اور کفار کی مار بھی کھائی۔ (زرقانی ج ۱ ص ۲۵۲ و بخاری ج ۱ ص ۵۴۴)

کفار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات اور روحانی تاثیرات و تصرفات کو دیکھ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب سے بڑا جادوگر کہتے۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرآن شریف کی تلاوت فرماتے تو یہ کفار قرآن اور قرآن کو لانے والے (جبریل) اور قرآن کو نازل فرمانے والے (اللہ تعالیٰ) کو اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے۔ اور گلی کوچوں میں پہرہ بٹھا دیتے کہ قرآن کی آواز کسی کے کان میں نہ پڑنے پائے اور تالیاں پیٹ پیٹ کر اور سیٹیاں بجا بجا کر اس قدر شور و غل مچاتے کہ قرآن کی آواز کسی کو سنائی نہیں دیتی تھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کہیں کسی عام مجمع میں یا کفار کے میلوں میں قرآن پڑھ کر سناتے یا دعوت ایمان کا وعظ فرماتے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چچا ابولہب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے چلا چلا کر کہتا جاتا تھا کہ اے لوگو! یہ میرا بھتیجا جھوٹا ہے، یہ دیوانہ ہو گیا ہے، تم لوگ اس کی کوئی بات نہ سنو۔ (معاذ اللہ)

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذوالحجاز کے بازار میں دعوت اسلام کا وعظ فرمانے کے لئے تشریف لے گئے اور لوگوں کو کلمہ حق کی دعوت دی تو ابو جہل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر دھول اڑاتا جاتا تھا اور کہتا تھا کہ اے لوگو! اس کے فریب میں مت آنا، یہ چاہتا ہے کہ تم لوگ لات و عزی کی عبادت چھوڑ دو۔ (مسند امام احمد ج ۳ وغیرہ)

اسی طرح ایک مرتبہ جب کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حرم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے عین حالت نماز میں ابو جہل نے کہا کہ کوئی ہے؟ جو آل فلاں کے ذبح کیے ہوئے اونٹ کی اوجھڑی لا کر سجدہ کی حالت میں ان کے کندھوں پر رکھ دے۔ یہ سن کر عقبہ بن ابی معیط کا فراٹھا اور اس اوجھڑی کو لا کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دوش مبارک پر رکھ دیا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سجدہ میں تھے دیر تک اوجھڑی کندھے اور گردن پر پڑی رہی اور کفار ٹھٹھا مار مار کر ہنستے رہے اور مارے ہنسی کے ایک دوسرے پر گر گر پڑتے رہے آخر حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جوان دنوں ابھی کسن لڑکی تھی آئیں اور ان کافروں کو برا بھلا کہتے ہوئے اس اوجھڑی کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دوش مبارک سے ہٹا دیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر قریش کی اس شرارت سے انتہائی صدمہ گزرا اور نماز سے فارغ ہو کر تین مرتبہ یہ دعا مانگی کہ ”اللّٰهُمَّ عَلَيَّ قُرَيْشٍ“ یعنی اے اللہ! تو قریش کو اپنی گرفت میں پکڑ لے، پھر ابو جہل، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف، عمارہ بن ولید کا نام لے کر دعا مانگی کہ الہی! تو ان لوگوں کو اپنی گرفت میں لے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! میں نے ان سب کافروں کو جنگ بدر کے دن دیکھا کہ ان کی لاشیں زمین پر پڑی ہوئی ہیں۔ پھر ان سب کفار کی لاشوں کو نہایت ذلت کے ساتھ گھسیٹ کر بدر کے ایک گڑھے میں ڈال دیا گیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان گڑھے والوں پر خدا کی لعنت ہے۔ (بخاری ج ۱ ص ۴۷ باب المرأۃ تطرح الخ)

چند شریر کفار کی شرارتیں

جو کفار مکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دشمنی اور ایذا رسانی میں بہت زیادہ سرگرم تھے۔ ان میں سے چند شریروں کے نام یہ ہیں۔

- (۱) ابولہب (۲) ابو جہل (۳) اسود بن عبد یغوث (۴) حارث بن قیس بن عدی (۵) ولید بن مغیرہ (۶) امیہ بن خلف (۷) ابی بن خلف (۸) ابو قیس بن فاکہہ (۹) عاص بن وائل (۱۰) نضر بن حارث (۱۱) منبہ بن الحجاج (۱۲) زہیر بن ابی امیہ (۱۳) سائب بن صیفی

(۱۳) عدی بن حمر (۱۵) اسود بن عبدالاسد (۱۶) عاص بن سعید بن العاص (۱۷) عاص بن ہاشم (۱۸) عقبہ بن ابی معیط (۱۹) حکم بن ابی العاص۔ یہ سب کے سب حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پڑوسی تھے اور ان میں سے اکثر بہت ہی مالدار اور صاحب اقتدار تھے اور دن رات سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایذا رسانی میں مصروف کار رہتے تھے۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں پر مظالم

حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ غریب مسلمانوں پر بھی کفار مکہ نے ایسے ایسے ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے کہ مکہ کی زمین بلبلا اٹھی۔ یہ آسان تھا کہ کفار مکہ ان مسلمانوں کو دم زدن میں قتل کر ڈالتے مگر اس سے ان کافروں کے جوش انتقام کا نشہ نہیں اتر سکتا تھا کیونکہ کفار اس بات میں اپنی شان سمجھتے تھے کہ ان مسلمانوں کو اتنا ستاؤ کہ وہ اسلام کو چھوڑ کر پھر شرک و بت پرستی کرنے لگیں۔ اس لئے قتل کر دینے کی بجائے کفار مکہ مسلمانوں کو طرح طرح کی سزاؤں اور ایذا رسانیوں کے ساتھ ستاتے تھے۔ مگر خدا کی قسم! شراب توحید کے ان مستوں نے اپنے استقلال و استقامت کا وہ منظر پیش کر دیا کہ پہاڑوں کی چوٹیاں سر اٹھا اٹھا کر حیرت کے ساتھ ان بلا کشان اسلام کے جذبہ استقامت کا نظارہ کرتی رہیں۔ سگدل، بے رحم اور درندہ صفت کافروں نے ان غریب و نیک مسلمانوں پر جبر و اکراہ اور ظلم و ستم کا کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا مگر ایک مسلمان کے پائے استقامت میں بھی ذرہ برابر تزلزل نہیں پیدا ہوا اور ایک مسلمان کا بچہ بھی اسلام سے منہ پھیر کر کافروں میں نہ نہیں ہوا۔

کفار مکہ نے ان غرباء مسلمین پر جو جفاکاری کے بے پناہ اندوہناک مظالم

ڈھائے اور ایسے ایسے روح فرسائے اور جاں سوز غذاؤں میں مبتلا کیا کہ اگر ان مسلمانوں کی جگہ پہاڑ بھی ہوتا تو شاید ڈمگمگانے لگتا۔ صحرائے عرب کی تیز دھوپ میں جب کہ وہاں کی ریت کے ذرات تنور کی طرح گرم ہو جاتے۔ ان مسلمانوں کی پشت کو کوڑوں کی مار سے زخمی کر کے اس جلتی ہوئی ریت پر پیٹھ کے بل لٹاتے اور سینوں پر اتنا بھاری پتھر رکھ دیتے کہ وہ کروٹ نہ بدلنے پائیں لوہے کو آگ میں گرم کر کے ان سے ان مسلمانوں کے جسموں کو داغے، پانی میں اس قدر ڈبکیاں دیتے کہ ان کا دم گھٹنے لگتا۔ چٹائیوں میں ان مسلمانوں کو لپیٹ کر ان کی ناکوں میں دھواں دیتے جس سے سانس لینا مشکل ہو جاتا اور وہ کرب و بے چینی سے بدحواس ہو جاتے۔

حضرت خباب بن الارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ اس زمانے میں اسلام لائے جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ارقم بن ابی ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں مقیم تھے اور صرف چند ہی آدمی مسلمان ہوئے تھے۔ قریش نے ان کو بے حد ستایا۔ یہاں تک کہ کوئلے کے انگاروں پر ان کو چت لٹایا اور ایک شخص ان کے سینے پر پاؤں رکھ کر کھڑا رہا۔ یہاں تک کہ ان کی پیٹھ کی چربی اور رطوبت سے کوئلے بجھ گئے۔ برسوں کے بعد جب حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ واقعہ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے بیان کیا تو اپنی پیٹھ کھول کر دکھائی۔ پوری پیٹھ پر سفید سفید داغ دھبے پڑے ہوئے تھے۔ اس عبرت ناک منظر کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دل بھر آیا اور وہ رو پڑے۔ (طبقات ابن سعد ج ۳ تذکرہ خباب)

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو امیہ بن خلف کافر کے غلام تھے۔ ان کی گردن میں رسی باندھ کر کوچہ و بازار میں ان کو گھسیٹا جاتا تھا۔ ان کی پیٹھ پر لاثیمیاں برسائی

جاتی تھیں اور ٹھیک دوپہر کے وقت تیز دھوپ میں گرم گرم ریت پر ان کو لٹا کر اتنا بھاری پتھر ان کی چھاتی پر رکھ دیا جاتا تھا کہ ان کی زبان باہر نکل آتی تھی۔ امیہ کافر کہتا تھا کہ اسلام سے باز آ جاؤ ورنہ اسی طرح گھٹ گھٹ کر مر جاؤ گے۔ مگر اس حال میں بھی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی پر بل نہیں آتا تھا بلکہ زور زور سے ”أَعَدُّ، أَعَدُّ“ کانرہ لگاتے تھے اور بلند آواز سے کہتے تھے کہ خدا ایک ہے۔ خدا ایک ہے۔

(سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۳۱۷ تا ۳۱۸)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گرم گرم بالو پر چت لٹا کر کفار قریش اس قدر مارتے تھے کہ یہ بے ہوش ہو جاتے تھے۔ ان کی والدہ حضرت بی بی سُمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اسلام لانے کی بنا پر ابو جہل نے ان کی ناف کے نیچے ایسا نیزہ مارا کہ یہ شہید ہو گئیں۔ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد حضرت یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کفار کی مار کھاتے کھاتے شہید ہو گئے۔ حضرت صہیب رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کفار مکہ اس قدر طرح طرح کی اذیت دیتے اور ایسی ایسی مار دھاڑ کرتے کہ یہ گھٹنوں بے ہوش رہتے۔ جب یہ ہجرت کرنے لگے تو کفار مکہ نے کہا کہ تم اپنا سارا مال و سامان یہاں چھوڑ کر مدینہ جا سکتے ہو۔ آپ خوشی خوشی دنیا کی دولت پر لات مار کر اپنی متاع ایمان کو ساتھ لے کر مدینہ چلے گئے۔

حضرت ابوقلیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صفوان بن امیہ کافر کے غلام تھے اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہی مسلمان ہوئے تھے۔ جب صفوان کو ان کے اسلام کا پتا چلا تو اس نے ان کے گلے میں رسی کا پھندہ ڈال کر ان کو گھسیٹا اور گرم چلتی ہوئی زمین پر ان کو چت لٹا کر سینے پر وزنی پتھر رکھ دیا جب ان کو کفار گھسیٹ کر لے جا رہے تھے راستہ میں اتفاق سے ایک گبریل نظر پڑا۔ امیہ کافر نے طعنہ مارتے ہوئے کہا کہ ”دیکھ تیرا خدا یہی تو

نہیں ہے۔ ”حضرت ابو لکبہ نے فرمایا کہ ”اے کافر کے بچے! خاموش میرا اور تیرا خدا اللہ ہے۔“ یہ سن کر امیہ کافر غضب ناک ہو گیا اور اس زور سے ان کا گلا گھونٹا کہ وہ بے ہوش ہو گئے اور لوگوں نے سمجھا کہ ان کا دم نکل گیا۔

اسی طرح حضرت عامر بن نبیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اس قدر مارا جاتا تھا کہ ان کے جسم کی بوٹی بوٹی درد مند ہو جاتی تھی۔ حضرت بی بی بسینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو لونڈی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کفر کی حالت میں تھے اس غریب لونڈی کو اس قدر مارتے تھے کہ مارتے مارتے تھک جاتے تھے مگر حضرت بسینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اُف نہیں کرتی تھیں بلکہ نہایت جرأت و استقلال کے ساتھ کہتی تھیں کہ اے عمر! اگر تم خدا کے سچے رسول پر ایمان نہیں لاؤ گے تو خدا تم سے ضرور اس کا انتقام لے گا۔

حضرت زبیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھرانے کی باندی تھیں۔ یہ مسلمان ہو گئیں تو ان کو اس قدر کافروں نے مارا کہ ان کی آنکھیں جاتی رہیں۔ مگر خداوند تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا سے پھر ان کی آنکھوں میں روشنی عطا فرمادی تو مشرکین کہنے لگے کہ یہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے جادو کا اثر ہے۔ (زر قانی علی الموابہ ج ۱ ص ۲۷۰)

اسی طرح حضرت بی بی ”نہد یہ“ اور حضرت بی بی ام عیسٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی باندیاں تھیں۔ اسلام لانے کے بعد کفار مکہ نے ان دونوں کو طرح طرح کی تکلیفیں دے کر بے پناہ اذیتیں دیں مگر یہ اللہ والیاں صبر و شکر کے ساتھ ان بڑی بڑی مصیبتوں کو جھیلیں رہیں اور اسلام سے ان کے قدم نہیں ڈگمگائے۔

حضرت یار غار مصطفیٰ ابو بکر صدیق باصفا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کس کس طرح

اسلام پر اپنی دولت ثار کی اس کی ایک جھلک یہ ہے کہ آپ نے ان غریب و بے کس مسلمانوں میں سے اکثر کی جان بچائی۔ آپ نے حضرت بلال و عامر بن فہرہ و ابو قلیبہ و بیدہ و زبیرہ و نہیدہ و ام عتیس رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان تمام غلاموں کو بڑی بڑی رقمیں دے کر خریدا اور سب کو آزاد کر دیا اور ان مظلوموں کو کافروں کی ایذاؤں سے بچالیا۔

(زر قانی علی المواہب و سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۳۱۹)

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب دامن اسلام میں آئے تو مکہ میں ایک مسافر کی حیثیت سے کئی دن تک حرم کعبہ میں رہے۔ یہ روزانہ زور زور سے چلا چلا کر اپنے اسلام کا اعلان کرتے تھے اور روزانہ کفار قریش ان کو اس قدر مارتے تھے کہ یہ لہو لہان ہو جاتے تھے اور ان دنوں میں آب زمزم کے سوا ان کو کچھ بھی کھانے پینے کو نہیں ملا۔

(بخاری ج ۱ ص ۵۳۲ باب اسلام ابی ذر)

واضح رہے کہ کفار مکہ کا یہ سلوک صرف غریبوں اور غلاموں ہی تک محدود نہیں تھا بلکہ اسلام لانے کے جرم میں بڑے بڑے مالداروں اور رئیسوں کو بھی ان ظالموں نے نہیں بخشا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو شہر مکہ کے ایک متمول اور ممتاز معززین میں سے تھے مگر ان کو بھی حرم کعبہ میں کفار قریش نے اس قدر مارا کہ ان کا سرخون سے لت پت ہو گیا۔ اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو نہایت مالدار اور صاحب اقتدار تھے۔ جب یہ مسلمان ہوئے تو غیروں نے انہیں بلکہ خود ان کے چچا نے ان کو رسیوں میں جکڑ کر خوب مارا۔ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے رعب اور دبدبہ کے آدمی تھے مگر انہوں نے جب اسلام قبول کیا تو ان کے چچا ان کو چٹائی میں لپیٹ کر ان کی ناک میں دھواں دیتے تھے جس سے ان کا دم گھٹنے لگتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

چچا زاد بھائی اور بہنوئی حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتنے جاہ و اعزاز والے رئیس تھے مگر جب ان کے اسلام کا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پتا چلا تو ان کو رسی میں باندھ کر مارا اور ساتھ ہی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بہن حضرت بی بی فاطمہ بنت الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی اس زور سے تھپڑ مارا کہ ان کے کان کے آویزے گر پڑے اور چہرے پر خون بہہ نکلا۔

ابوسفیان اور ہرقل کا مکالمہ

621ء میں ہرقل روم سے نکل کر یروشلم اور دمشق کو واپس فتح کر چکا تھا اور نہ صرف اس نے فارسی حکومت سے اپنے چھینے ہوئے علاقے واپس لئے تھے فارسی سلطنت کے بھی بیشتر شہروں پر قبضہ کر لیا تھا۔ یہ وہ وقت تھا جب رسول اللہ ﷺ نے دحیۃ الکلبی (یہ وہی مشہور صحابی ہیں جن کی شکل میں ایک بار حضرت جبرائیل انسانی روپ میں مسجد نبوی ﷺ آئے تھے) کو خط دیکر رومی شہنشاہ ہرقل کے دربار میں بھیجا۔ ہرقل کو خط ملا تو اس نے اپنے ایک افسر کو بلا کر کہا مجھے اس شخص کے علاقے کا کوئی بندہ چاہئے بے شک تمہیں شام کو اوپر سے نیچے کرنا پڑ جائے۔

اس افسر کو کوئی اور نہیں بلکہ ابوسفیان اور ان کے ساتھ تاجر طے جنہیں لیکر وہ ہرقل کے دربار میں پہنچ گئے۔ ہرقل نے ابوسفیان کے ساتھیوں کو ان کے پیچھے کھڑا کیا اور کہا کہ اگر یہ شخص جھوٹ بولے تو مجھے اشارہ کر دینا۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ میں جانتا تھا کہ میں جھوٹ بھی کہوں تو میرے ساتھی مجھے دھوکا نہیں دیں گے لیکن جھوٹ سے مجھے شرم آتی تھی۔

ہرقل اور ابوسفیان کے درمیان جو مکالمہ ہوا وہ اس طرح تھا:

ہرقل: محمد ﷺ کون ہے۔

ابوسفیان: وہ ایک کاہن ہے اور ایک جھوٹا شخص ہے (نعوذ باللہ)

ہرقل: مجھے اس کے بارے میں بُرا بھلا سننے سے غرض نہیں، مجھے صرف اس کے بارے میں

بتاؤ۔ اس کا تعلق کس خاندان سے ہے؟

ابوسفیان: اس کا تعلق عرب کے ایک ممتاز قبیلے سے ہے۔

ہرقل: اس کے باپ دادوں میں کوئی بادشاہ تھا؟

ابوسفیان: نہیں۔

ہرقل: کیا اس سے پہلے تمہارے لوگوں میں سے کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا؟

ابوسفیان: نہیں

ہرقل: اس کے پیر و کاروں کا تعلق امراء سے ہے یا وہ لوگ غریب ہیں؟

ابوسفیان: وہ سب غریب ہیں

ہرقل: ان کی تعداد کم ہو رہی ہے یا بڑھ رہی ہے؟

ابوسفیان: ان کی تعداد بڑھ رہی ہے۔

ہرقل: کیا اس کے لائے ہوئے دین کو قبول کرنے کے بعد کوئی واپس ہوا؟

ابوسفیان: نہیں

ہرقل: کیا نبوت کے دعوے سے پہلے اسے کبھی جھوٹ بولتے پایا گیا؟

ابوسفیان: نہیں

ہرقل: کیا اس نے کبھی امانت میں خیانت کی؟

ابوسفیان: نہیں، لیکن ہمارا اس سے امن کا معاہدہ چل رہا ہے اور ہم نہیں جانتے کہ وہ اس

دوران کیا کرے گا۔ (ابوسفیان کہتے ہیں کہ ایک واحد چیز تھی جس کے بارے میں کچھ محمد

میں ﷺ کے خلاف بول سکا۔)

ہرقل: کیا کبھی تم نے اس سے جنگ کی ہے؟

ابوسفیان: ہاں

ہرقل: جنگ کا کیا نتیجہ رہا؟

ابوسفیان: کبھی وہ جیت گیا اور کبھی ہم جیت گئے۔

ہرقل: وہ تمہیں کس قسم کے حکم دیتا ہے؟

ابوسفیان: وہ کہتا ہے کہ ایک اللہ کی عبادت کرو، شرک نہ کرو، زنا نہ کرو، سچ بولو اور اپنے ساتھ والوں سے اخلاق سے پیش آؤ۔

ہرقل: تم نے کہا کہ اس کا تعلق عرب کے ایک ممتاز گھرانے سے ہے، تمام پیغمبروں کا تعلق اپنے وقت کے ممتاز خاندان سے تھا، تم نے کہا کہ اس سے پہلے کسی نے بھی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا میں نہیں سمجھتا کہ وہ کسی کو دیکھ کر ایسا کر رہا ہے، تم نے کہا کہ اس کے آباء میں کوئی بھی بادشاہ نہیں تھا جس کا مطلب ہے کہ اسے حکومت کا لالچ بھی نہیں، تم نے کہا کہ نبوت سے پہلے اس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور میں کہتا ہوں کہ وہ اللہ پر جھوٹ نہیں بول سکتا۔ تم نے کہا کہ اس کے پیروکار زیادہ تر غریب ہیں اور یہی بات پہلے آنے والے سارے انبیاء کے ساتھ رہی ہے کہ ان کے ماننے والے غریب ہی تھے۔ یہ بات کہ اس کے پیروکاروں کی تعداد بڑھ رہی ہے اس بات کی نشانی ہے کہ وہ درست راہ پر ہے اور ابھی تک یہ دین مکمل نہیں ہوا۔ تم نے کہا کہ اس کا لایا ہوا دین قبول کرنے کے بعد کوئی واپس نہیں پھرتا، یہ اس ایمان کی نشانی ہے جس کی روشنی لوگوں کے دلوں میں چمکتی ہے۔ تم نے اس بات سے بھی انکار کیا کہ وہ ایک خیانتی شخص ہے اور اللہ کا کوئی بھی نبی خیانتی نہیں ہوتا۔ تم نے یہ بھی کہا کہ

وہ شرک سے روکتا ہے، اللہ کی طرف بلاتا ہے، اچھے اخلاق سکھاتا ہے، زنا سے روکتا ہے، اگر جو کچھ تم نے کہا وہ سچ ہے تو اس کی حکومت اس جگہ تک آئے گی جہاں آج میں کھڑا ہوں۔ میں جانتا تھا کہ ایک نبی آنے والا ہے لیکن وہ تم لوگوں میں سے ہوگا میں نے یہ نہیں سوچا تھا۔ میرے بس میں ہوتا تو میں جا کر اس سے ملتا اور اس کے پاؤں دھوتا۔ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ کا خط لایا گیا اور پڑھا گیا:

محمد ﷺ کی طرف سے جو اللہ کا نبی ہے۔ روم کے شہنشاہ ہرقل کے نام۔

جس نے ہدایت کی پیروی کی وہ امن میں رہا۔ میں تمہیں اسلام کی ترغیب دیتا ہوں، اسلام قبول کر لو تو تم محفوظ ہو، اللہ تمہیں اس کا ڈگنا اجر دے گا۔ اگر تم انکار کرتے ہو تو اپنی رعایا کی ذمہ داری تمہارے اوپر ہے۔

ابوسفیان کہتے ہیں کہ میں دیکھا کہ پسینہ ہرقل کی پیشانی سے گر رہا ہے۔ وہ جانتا تھا کہ یہی سچ اور حق ہے لیکن لوگوں کی نفرت کی وجہ سے اسلام سے دور رہا۔

کفار کا وفد بارگاہ رسالت میں

ایک مرتبہ سرداران قریش حرم کعبہ میں بیٹھے ہوئے یہ سوچنے لگے کہ آخر اتنی تکالیف اور سختیاں برداشت کرنے کے باوجود محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اپنی تبلیغ کیوں بند نہیں کرتے؟ آخر ان کا مقصد کیا ہے؟ ممکن ہے یہ عزت و جاہ یا سرداری و دولت کے خواہاں ہوں۔ چنانچہ سبھوں نے عتبہ بن ربیعہ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بھیجا کہ تم کسی طرح ان کا دلی مقصد معلوم کرو۔ چنانچہ عتبہ تنہائی میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملا اور کہنے لگا کہ اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آخر اس دعوت اسلام سے آپ کا مقصد کیا ہے؟ کیا آپ مکہ کی سرداری چاہتے ہیں؟ یا عزت و دولت کے خواہاں ہیں؟ یا کسی

بڑے گھرانے میں شادی کے خواہش مند ہیں؟ آپ کے دل میں جو تمنا ہو کھلے دل کے ساتھ کہہ دیجیے۔ میں اس کی ضمانت لیتا ہوں کہ اگر آپ دعوت اسلام سے باز آجائیں تو پورا مکہ آپ کے زیر فرمان ہو جائے گا اور آپ کی ہر خواہش اور تمنا پوری کر دی جائے گی۔ عتبہ کی یہ ساحرانہ تقریر سن کر حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب میں قرآن مجید کی چند آیتیں تلاوت فرمائیں۔ جن کو سن کر عتبہ اس قدر متاثر ہوا کہ اس کے جسم کا رنگٹا ہو گیا اور بدن کا بال بال خوف و الجلال سے لرزنے اور کانپنے لگا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منہ پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ میں آپ کو رشتہ داری کا واسطہ دے کر درخواست کرتا ہوں کہ بس کیجیے۔ میرا دل اس کلام کی عظمت سے پھٹا جا رہا ہے۔ عتبہ بارگاہ رسالت سے واپس ہوا مگر اس کے دل کی دنیا میں ایک نیا انقلاب رونما ہو چکا تھا۔ عتبہ ایک بڑا ہی ساحر البیان خطیب اور انتہائی فصیح و بلیغ آدمی تھا۔ اس نے واپس لوٹ کر سرداران قریش سے کہہ دیا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جو کلام پیش کرتے ہیں وہ نہ جادو ہے نہ کہانت نہ شاعری بلکہ وہ کوئی اور ہی چیز ہے۔ لہذا میری رائے ہے کہ تم لوگ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ اگر وہ کامیاب ہو کر سارے عرب پر غالب ہو گئے تو اس میں ہم قریشیوں ہی کی عزت بڑھے گی، ورنہ سارا عرب ان کو خود ہی فنا کر دے گا مگر قریش کے سرکش کافروں نے عتبہ کا یہ مخلصانہ اور مدبرانہ مشورہ نہیں مانا بلکہ اپنی مخالفت اور ایذا رساندوں میں اور زیادہ اضافہ کر دیا۔ (زر قانی

علی المواہب ج ۱ ص ۵۸ و سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۲۹۴)

اگر ایک ہاتھ پر سورج اور ایک پر چاند رکھ دیں

کفار قریش میں کچھ لوگ صلح پسند بھی تھے وہ چاہتے تھے کہ بات چیت کے ذریعہ صلح و مصفائی کے ساتھ معاملہ طے ہو جائے۔ چنانچہ قریش کے چند معزز رؤسا ابوطالب کے پاس آئے

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوت اسلام اور بت پرستی کے خلاف تقریروں کی شکایت کی۔ ابوطالب نے نہایت نرمی کے ساتھ ان لوگوں کو سمجھا بھکا کر رخصت کر دیا لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خدا کے فرمان فاصدع پنا تو مزم کی تعمیل کرتے ہوئے علی الاعلان شرک و بت پرستی کی مذمت اور دعوت توحید کا وعظ فرماتے ہی رہے۔ اس لئے قریش کا غصہ پھر بھڑک اٹھا۔ چنانچہ تمام سرداران قریش یعنی عتبہ و شیبہ و ابوسفیان و عاص بن ہشام و ابو جہل و ولید بن مغیرہ و عاص بن وائل وغیرہ سب ایک ساتھ مل کر ابوطالب کے پاس آئے اور یہ کہا کہ آپ کا بھتیجا ہمارے معبودوں کی توہین کرتا ہے اس لئے یا تو آپ درمیان میں سے ہٹ جائیں اور اپنے بھتیجا کو ہمارے سپرد کر دیں یا پھر آپ بھی کھل کر ان کے ساتھ میدان میں نکل پڑیں تاکہ ہم دونوں میں سے ایک کا فیصلہ ہو جائے۔ ابوطالب نے قریش کا تیور دیکھ کر سمجھ لیا کہ اب بہت ہی خطرناک اور نازک گھڑی سر پر آن پڑی ہے۔ ظاہر ہے کہ اب قریش برداشت نہیں کر سکتے اور میں اکیلا تمام قریش کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ابوطالب نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو انتہائی مخلصانہ اور مشفقانہ لہجے میں سمجھایا کہ میرے پیارے بھتیجے! اپنے بوڑھے چچا کی سفید داڑھی پر رحم کرو اور بڑھاپے میں مجھ پر اتنا بوجھ مت ڈالو کہ میں اٹھانہ سکوں۔ اب تک تو قریش کا بچہ بچہ میرا احترام کرتا تھا مگر آج قریش کے سرداروں کا لب و لہجہ اور ان کا تیور اس قدر بگڑا ہوا تھا کہ اب وہ مجھ پر اور تم پر تلوار اٹھانے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ لہذا میری رائے یہ ہے کہ تم کچھ دنوں کے لئے دعوت اسلام موقوف کر دو۔ اب تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ظاہری معین، مددگار جو کچھ بھی تھے وہ صرف اکیلے ابوطالب ہی تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھا کہ اب ان کے قدم بھی اکھڑ رہے ہیں چچا کی گفتگو سن کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھرائی

ہوئی مگر جذبات سے بھری ہوئی آواز میں فرمایا کہ چچا جان! خدا کی قسم! اگر قریش میرے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے ہاتھ میں چاند لا کر دے دیں تب بھی میں اپنے اس فرض سے باز نہ آؤں گا۔ یہ تو خدا اس کام کو پورا فرما دے گا یا میں خود دین اسلام پر نثار ہو جاؤں گا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ جذباتی تقریر سن کر ابوطالب کا دل پیچ گیا اور وہ اس قدر متاثر ہوئے کہ ان کی ہاشمی رگوں کے خون کا قطرہ قطرہ بھیجے کی محبت میں گرم ہو کر کھولنے لگا اور انتہائی جوش میں آ کر کہہ دیا کہ جان عم! جاؤ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ جب تک میں زندہ ہوں کوئی تمہارا بال بیکا نہیں کر سکتا۔ (سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۲۶۶ وغیرہ)

۵ نبوی کو ہجرت حبشہ

کفار مکہ نے جب اپنے ظلم و ستم سے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا تو حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حبشہ جا کر پناہ لینے کا حکم دیا۔

شہنشاہ حبشہ نجاشی

حبشہ کے بادشاہ کا نام ”اصمہ“ اور لقب ”نجاشی“ تھا۔ عیسائی دین کا پابند تھا مگر بہت ہی انصاف پسند اور رحم دل تھا اور توراۃ و انجیل وغیرہ آسمانی کتابوں کا بہت ہی ماہر عالم تھا۔

اعلان نبوت کے پانچویں سال رجب کے مہینے میں گیارہ مرد اور چار عورتوں نے حبشہ کی جانب ہجرت کی۔ ان مہاجرین کرام کے مقدس نام حسب ذیل ہیں۔

(۲، ۱) حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بیوی حضرت بی بی رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہیں۔ (۳، ۳) حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بیوی حضرت سہلہ بنت سہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ۔ (۲، ۵)

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی اہلیہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ۔
 (۸، ۷) حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی زوجہ حضرت لیلیٰ بنت ابی حشمہ رضی
 اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ۔ (۹) حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۱۰) حضرت
 مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۱۱) حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 (۱۲) حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۱۳) حضرت ابوسبرہ بن ابی رہم یا
 حاطب بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ (۱۴) حضرت سمیل بن بیضاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۱۵)
 حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (زرقاتی علی المواہب ج ۱ ص ۲۷۰)

کفار مکہ کو جب ان لوگوں کی ہجرت کا پتا چلا تو ان ظالموں نے ان لوگوں کی
 گرفتاری کے لئے ان کا تعاقب کیا لیکن یہ لوگ کشتی پر سوار ہو کر روانہ ہو چکے تھے۔ اس
 لئے کفار ناکام واپس لوٹے۔ یہ مہاجرین کا قافلہ حبشہ کی سر زمین میں اتر کر امن و امان کے
 ساتھ خدا کی عبادت میں مصروف ہو گیا۔ چند دنوں کے بعد ناگہاں یہ خبر پھیل گئی کہ کفار مکہ
 مسلمان ہو گئے۔ یہ خبر سن کر چند لوگ حبشہ سے مکہ لوٹ آئے مگر یہاں آکر پتا چلا کہ یہ خبر غلط
 تھی۔ چنانچہ بعض لوگ تو پھر حبشہ چلے گئے مگر کچھ لوگ مکہ میں روپوش ہو کر رہنے لگے لیکن
 کفار مکہ نے ان لوگوں کو ڈھونڈ نکالا اور ان لوگوں پر پہلے سے بھی زیادہ ظلم ڈھانے لگے تو
 حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر لوگوں کو حبشہ چلے جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ حبشہ سے واپس
 آنے والے اور ان کے ساتھ دوسرے مظلوم مسلمان کل ترسی (۸۳) مرد اور اٹھارہ
 عورتوں نے حبشہ کی جانب ہجرت کی۔ (زرقاتی علی المواہب ج ۱ ص ۲۸۷)

نجاشی کے دربار میں کفار کی ناکام سفارت

تمام مہاجرین نہایت امن و سکون کے ساتھ حبشہ میں رہنے لگے۔ مگر کفار مکہ کو

کب گوارا ہو سکتا تھا کہ فرزند ان توحید کہیں امن و چین کے ساتھ رہ سکیں۔ ان ظالموں نے کچھ تحائف کے ساتھ عمرو بن العاصؓ اور عمارہ بن ولیدؓ کو بادشاہ حبشہ کے دربار میں اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔ ان دونوں نے نجاشی کے دربار میں پہنچ کر تحفوں کا نذرانہ پیش کیا اور بادشاہ کو سجدہ کر کے یہ فریاد کرنے لگے کہ اے بادشاہ! ہمارے کچھ مجرم مکہ سے بھاگ کر آپ کے ملک میں پناہ گزین ہو گئے ہیں۔ آپ ہمارے ان مجرموں کو ہمارے حوالہ کر دیجیے۔ یہ سن کر نجاشی بادشاہ نے مسلمانوں کو دربار میں طلب کیا۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کے نمائندہ بن کر گفتگو کے لئے آگے بڑھے اور دربار کے آداب کے مطابق بادشاہ کو سجدہ نہیں کیا بلکہ صرف سلام کر کے کھڑے ہو گئے۔ درباریوں نے ٹوکا تو حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خدا کے سوا کسی کو سجدہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس لئے میں بادشاہ کو سجدہ نہیں کر سکتا۔ (زرقانی علی المواعظ ج ۱ ص ۲۸۸)

اس کے بعد حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دربار شامی میں اس طرح تقریر شروع فرمائی کہ اے بادشاہ! ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے۔ شرک و بت پرستی کرتے تھے۔ لوٹ مار، چوری، ڈکیتی، ظلم و ستم اور طرح طرح کی بدکاریوں اور بد اعمالیوں میں مبتلا تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری قوم میں ایک شخص کو اپنا رسول بنا کر بھیجا جس کے حسب و نسب اور صدق و دیانت کو ہم پہلے سے جانتے تھے، اس رسول نے ہم کو شرک و بت پرستی سے روک دیا اور صرف ایک خدائے واحد کی عبادت کا حکم دیا اور ہر قسم کے ظلم و ستم اور تمام برائیوں اور بدکاریوں سے ہم کو منع کیا۔ ہم اس رسول پر ایمان لائے اور شرک و بت پرستی چھوڑ کر تمام برے کاموں سے تائب ہو گئے۔ بس یہی ہمارا گناہ ہے جس پر ہماری قوم

ہماری جان کی دشمن ہو گئی اور ان لوگوں نے ہمیں اتنا ستایا کہ ہم اپنے وطن کو خیر باد کہہ کر آپ کی سلطنت کے زیر سایہ پر امن زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اب یہ لوگ ہمیں مجبور کر رہے ہیں کہ ہم پھر اسی پرانی گمراہی میں واپس لوٹ جائیں۔

شہنشاہ حبشہ کا اسلام سے متاثر ہونا

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر سے نجاشی بادشاہ بے حد متاثر ہوا۔ یہ دیکھ کر کفار مکہ کے سفیر عمرو بن العاص نے اپنے ترکش کا آخری تیر بھی پھینک دیا اور کہا کہ اے بادشاہ! یہ مسلمان لوگ آپ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کچھ دوسرا ہی اعتقاد رکھتے ہیں جو آپ کے عقیدہ کے بالکل ہی خلاف ہے۔

یہ سن کر نجاشی بادشاہ نے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس بارے میں سوال کیا تو آپ نے سورہ مریم کی تلاوت فرمائی۔ کلام ربانی کی تاثیر سے نجاشی بادشاہ کے قلب پر اتنا گہرا اثر پڑا کہ اس پر رقت طاری ہو گئی اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم کو یہی بتایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں جو کنواری مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شکم مبارک سے بغیر باپ کے خدا کی قدرت کا نشان بن کر پیدا ہوئے۔ نجاشی بادشاہ نے بڑے غور سے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر کو سنا اور یہ کہا کہ بلاشبہ انجیل اور قرآن دونوں ایک ہی آفتاب ہدایت کے دونور ہیں اور یقیناً حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خدا کے وہی رسول ہیں جن کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل میں دی ہے اور اگر میں دستور سلطنت کے مطابق تخت شاہی پر رہنے کا

پابند نہ ہوتا تو میں خود مکہ جا کر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جوتیاں سیدھی کرتا اور ان کے قدم دھوتا۔ بادشاہ کی تقریر سن کر اس کے درباری جو کٹر قسم کے عیسائی تھے ناراض و برہم ہو گئے مگر نجاشی بادشاہ نے جوش ایمانی میں سب کو ڈانٹ پھٹکار کر خاموش کر دیا۔ اور کفار مکہ کے تحفوں کو واپس لوٹا کر عمرو بن العاص اور عمارہ بن ولید کو دربار سے نکلوا دیا اور مسلمانوں سے کہہ دیا کہ تم لوگ میری سلطنت میں جہاں چاہو امن و سکون کے ساتھ آرام و چین کی زندگی بسر کرو۔ کوئی تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا۔ (زرقانی ج ۱ ص ۲۸۸)

شہنشاہ حبشہ کا مسلمان ہونا

واضح رہے کہ نجاشی بادشاہ مسلمان ہو گیا تھا۔ چنانچہ اس کے انتقال پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ حالانکہ نجاشی بادشاہ کا انتقال حبشہ میں ہوا تھا اور وہ حبشہ ہی میں مدفون بھی ہوئے مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غائبانہ ان کی نماز جنازہ پڑھ کر ان کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔

حضرت ابو بکر اور ابن دغنے

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حبشہ کی طرف ہجرت کی مگر جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقام ”برک الغداد“ میں پہنچے تو قبیلہ قارہ کا سردار ”مالک بن دغنے“ راستے میں ملا اور دریافت کیا کہ کیوں؟ اے ابو بکر! کہاں چلے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل مکہ کے مظالم کا تذکرہ فرماتے ہوئے کہا کہ اب میں اپنے وطن مکہ کو چھوڑ کر خدا کی لمبی چوڑی زمین میں پھرتا رہوں گا اور خدا کی عبادت کرتا رہوں گا۔

ابن دغنے نے کہا کہ اے ابو بکر! آپ جیسا آدمی نہ شہر سے نکل سکتا ہے نہ نکالا جا سکتا ہے۔ آپ دوسروں کا بار اٹھاتے ہیں، مہمانانِ حرم کی مہمان نوازی کرتے ہیں، خود کا

کما کر مغسوں اور محتاجوں کی مالی امداد کرتے ہیں، حق کے کاموں میں سب کی امداد و اعانت کرتے ہیں۔ آپ میرے ساتھ مکہ واپس چلے میں آپ کو اپنی پناہ میں لیتا ہوں۔ ابن دغنه آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زبردستی مکہ واپس لایا اور تمام کفار مکہ سے کہہ دیا کہ میں نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی پناہ میں لے لیا ہے۔ لہذا خبردار! کوئی ان کو نہ ستائے کفار مکہ نے کہا کہ ہم کو اس شرط پر منظور ہے کہ ابوبکر اپنے گھر کے اندر چھپ کر قرآن پڑھیں تاکہ ہماری عورتوں اور بچوں کے کان میں قرآن کی آواز نہ پہنچے۔ ابن دغنه نے کفار کی شرط کو منظور کر لیا۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چند دنوں تک اپنے گھر کے اندر قرآن پڑھتے رہے مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جذبہ اسلامی اور جوش ایمانی نے یہ گوارا نہیں کیا کہ معبودان باطل لات و عزئی کی عبادت تو علی الاعلان ہو اور معبود برحق اللہ تعالیٰ کی عبادت گھر کے اندر چھپ کر کی جائے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گھر کے باہر اپنے صحن میں ایک مسجد بنالی اور اس مسجد میں علی الاعلان نمازوں میں بلند آواز سے قرآن پڑھنے لگے اور کفار مکہ کی عورتیں اور بچے بھیڑ لگا کر قرآن سننے لگے۔ یہ منظر دیکھ کر کفار مکہ نے ابن دغنه کو مکہ بلایا اور شکایت کی کہ ابوبکر گھر کے باہر قرآن پڑھتے ہیں۔ جس کو سننے کے لئے ان کے گرد ہماری عورتوں اور بچوں کا میلہ لگ جاتا ہے۔ اس سے ہم کو بڑی تکلیف ہوتی ہے لہذا تم ان سے کہہ دو کہ یا تو وہ گھر میں قرآن پڑھیں ورنہ تم اپنی پناہ کی ذمہ داری سے دست بردار ہو جاؤ۔ چنانچہ ابن دغنه نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اے ابوبکر! رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ گھر کے اندر چھپ کر قرآن پڑھیں ورنہ میں اپنی پناہ سے کنارہ کش ہو جاؤں گا اس کے بعد کفار مکہ آپ کو ستائیں گے تو میں اس کا ذمہ دار نہیں ہوں گا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے ابن دغنه! تم اپنی پناہ

کی ذمہ داری سے الگ ہو جاؤ مجھے اللہ تعالیٰ کی پناہ کافی ہے اور میں اس کی مرضی پر مرضی
برضا ہوں۔ (بخاری ج ۱ ص ۳۰۷ باب جو اربا بکر الصدیق)

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا

اعلان نبوت کے چھٹے سال حضرت حمزہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دو ایسی
ہمتیاں دامن اسلام میں آگئیں جن سے اسلام اور مسلمانوں کے جاہ و جلال اور ان کے
عزت و اقبال کا پرچم بہت ہی سر بلند ہو گیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچاؤں میں
حضرت حمزہ کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بڑی والہانہ محبت تھی اور وہ صرف دو تین سال
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عمر میں زیادہ تھے اور چونکہ انہوں نے بھی حضرت ثویبہ کا
دودھ پیا تھا اسلئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ حضرت حمزہ رضی
اللہ تعالیٰ عنہ بہت ہی طاقتور اور بہادر تھے اور شکار کے بہت ہی شوقین تھے۔ روزانہ صبح
سویرے تیر کمان لے کر گھر سے نکل جاتے اور شام کو شکار سے واپس لوٹ کر حرم میں
جاتے، خانہ کعبہ کا طواف کرتے اور قریش کے سرداروں کی مجلس میں کچھ دیر بیٹھا کرتے
تھے۔ ایک دن حسب معمول شکار سے واپس لوٹے تو ابن جدعان کی لونڈی اور خود ان کی
بہن حضرت بی بی صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کو بتایا کہ آج ابو جہل نے کس کس طرح
تمہارے بھتیجے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بے ادبی اور گستاخی کی ہے۔ یہ
ماجراسن کر مارے غصہ کے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خون کھولنے لگا۔ ایک دم تیر کمان
لئے ہوئے مسجد حرام میں پہنچ گئے اور اپنی کمان سے ابو جہل کے سر پر اس زور سے مارا کہ
اس کا سر پھٹ گیا اور کہا کہ تو میرے بھتیجے کو گالیاں دیتا ہے؟ تجھے خبر نہیں کہ میں بھی اسی کے
دین پر ہوں۔ یہ دیکھ کر قبیلہ بنی مخزوم کے کچھ لوگ ابو جہل کی مدد کے لئے کھڑے ہو گئے تو

ابو جہل نے یہ سوچ کر کہ کہیں بنو ہاشم سے جنگ نہ چمڑ جائے یہ کہا کہ اے بنی مخزوم! آپ لوگ حمزہ کو چھوڑ دیجیے۔ واقعی آج میں نے ان کے بھیجے کو بہت ہی خراب خراب قسم کی گالیاں دی تھیں۔ (مدارج النبوة ج ۲ ص ۴۴ و زرقانی ج ۱ ص ۲۵۶)

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمان ہو جانے کے بعد ڈور زور سے ان اشعار کو پڑھنا شروع کر دیا:-

إِلَى الْإِسْلَامِ وَ الدِّينِ الْحَنِيفِ حَدَّثَ اللَّهُ حِينَ هَدَى فُؤَادِي
تَحَدَّرَ دَمْعٌ ذِي اللَّبِّ الْحَصِيفِ إِذَا تُلَيْتَ رَسَائِلَهُ عَلَيْنَا
فَلَا تَغْشَوهُ بِالنُّقُولِ الْعَنِيفِ وَ أَحْبَدُ مُصْطَفَىٰ فِينَا مَطَاعِمْ
وَ لَبَّا نَقْضَ فِينَهُم بِالسُّيُوفِ فَلَا وَ اللَّهِ نُسَلِّبُهُ لِقَوْمِ
میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں جس وقت کہ اس نے میرے دل کو اسلام اور دین

حنیف کی طرف ہدایت دی۔

جب احکام اسلام کی ہمارے سامنے تلاوت کی جاتی ہے تو با کمال عقل والوں کے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔

اور خدا کے برگزیدہ احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے مقتدی ہیں تو (اے کافرو) اپنی باطل بکواس سے ان پر غلبہ مت حاصل کرو۔

تو خدا کی قسم! ہم انہیں قوم کفار کے سپرد نہیں کریں گے۔ حالانکہ ابھی تک ہم نے ان کافروں کے ساتھ تلواروں سے فیصلہ نہیں کیا ہے۔ (زرقانی ج ۱ ص ۲۵۶)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کے بعد تیسرے ہی دن حضرت

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی دولت اسلام سے مالا مال ہو گئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشرف بہ اسلام ہونے کے واقعات میں بہت سی روایات ہیں۔

ایک روایت یہ ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن غصہ میں بھرے ہوئے ننگی تلوار لے کر اس ارادہ سے چلے کہ آج میں اسی تلوار سے پیغمبر اسلام کا خاتمہ کر دوں گا۔ اتفاق سے راستہ میں حضرت نعیم بن عبد اللہ قریشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہو گئی۔ یہ مسلمان ہو چکے تھے مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے اسلام کی خبر نہیں تھی۔ حضرت نعیم بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ کیوں؟ اے عمر! اس دوپہر کی گرمی میں ننگی تلوار لے کر کہاں چلے؟ کہنے لگے کہ آج بانی اسلام کا فیصلہ کرنے کے لئے گھر سے نکل پڑا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ پہلے اپنے گھر کی خبر لو۔ تمہاری بہن فاطمہ بنت الخطابؓ اور تمہارے بہنوئی سعید بن زیدؓ بھی تو مسلمان ہو گئے ہیں۔ یہ سن کر آپ بہن کے گھر پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ گھر کے اندر چند مسلمان چھپ کر قرآن پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز سن کر سب لوگ ڈر گئے اور قرآن کے اوراق چھوڑ کر ادھر ادھر چھپ گئے۔ بہن نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چلا کر بولے کہ اے اپنی جان کی دشمن! کیا تو بھی مسلمان ہو گئی ہے؟ پھر اپنے بہنوئی حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جھپٹے اور ان کی داڑھی پکڑ کر ان کو زمین پر پٹخ دیا اور سینے پر سوار ہو کر مارنے لگے۔ ان کی بہن حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے شوہر کو بچانے کے لئے دوڑ پڑیں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو ایسا طمانچہ مارا کہ ان کے کانوں کے جھومر ٹوٹ کر گر پڑے اور ان کا چہرہ خون سے لہو لہان ہو گیا۔ بہن نے صاف صاف کہہ دیا کہ عمر! سن لو، تم سے جو ہو سکے کر لو مگر اب اسلام دل سے نہیں نکل سکتا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہن

کا خون آلودہ چہرہ دیکھا اور ان کا عزم و استقامت سے بھرا ہوا یہ جملہ سنا تو ان پر رقت طاری ہو گئی اور ایک دم دل نرم پڑ گیا۔ تھوڑی دیر تک خاموش کھڑے رہے۔ پھر کہا کہ اچھا تم لوگ جو پڑھ رہے تھے مجھے بھی دکھاؤ۔ بہن نے قرآن کے اوراق کو سامنے رکھ دیا۔ اٹھا کر دیکھا تو اس آیت پر نظر پڑی کہ سُبْحَانَ اللَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيْمُ اس آیت کا ایک ایک لفظ صداقت کی تاثیر کا تیر بن کر دل کی گہرائی میں بیہست ہوتا چلا گیا اور جسم کا ایک ایک بال لرزہ بر اندام ہونے لگا۔

جب اس آیت پر پہنچے کہ

اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ

تو بالکل ہی بے قابو ہو گئے اور بے اختیار پکار اٹھے کہ

”اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ“

وہ وقت تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ارقم بن ابی ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں مقیم تھے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہن کے گھر سے نکلے اور سیدھے حضرت ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر پہنچے تو دروازہ بند پایا، کنڈی بجائی، اندر کے لوگوں نے دروازہ کی جھری سے جھانک کر دیکھا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ غنچی تلوار لئے کھڑے تھے۔ لوگ گھبرا گئے اور کسی میں دروازہ کھولنے کی ہمت نہیں ہوئی مگر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلند آواز سے فرمایا کہ دروازہ کھول دو اور اندر آنے دو اگر نیک نیتی کے ساتھ آیا ہے تو اس کا خیر مقدم کیا جائے گا ورنہ اسی کی تلوار سے اس کی گردن اڑادی جائے گی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اندر قدم رکھا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود آگے بڑھ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بازو پکڑا اور فرمایا کہ اے خطاب کے بیٹے! تو مسلمان

ہو جا آخر تو کب تک مجھ سے لڑتا رہے گا؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہ آواز بلند کلمہ پڑھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مارے خوشی کے نعرہ تکبیر بلند فرمایا اور تمام حاضرین نے اس زور سے اللہ اکبر کا نعرہ مارا کہ مکہ کی پہاڑیاں گونج اٹھیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ چھپ چھپ کر خدا کی عبادت کرنے کے کیا معنی؟ اٹھئے ہم کعبہ میں چل کر علی الاعلان خدا کی عبادت کریں گے اور خدا کی قسم! میں کفر کی حالت میں جن جن مجلسوں میں بیٹھ کر اسلام کی مخالفت کرتا رہا ہوں اب ان تمام مجالس میں اپنے اسلام کا اعلان کروں گا۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کی جماعت کو لے کر دو قطاروں میں روانہ ہوئے۔ ایک صف کے آگے آگے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چل رہے تھے اور دوسری صف کے آگے آگے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ اس شان سے مسجد حرام میں داخل ہوئے اور نماز ادا کی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حرم کعبہ میں مشرکین کے سامنے اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ یہ سنتے ہی ہر طرف سے کفار دوڑ پڑے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مارنے لگے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان لوگوں سے لڑنے لگے۔ ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ماموں ابو جہل آ گیا۔ اس نے پوچھا کہ یہ ہنگامہ کیسا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان ہو گئے ہیں اس لئے لوگ براہم ہو کر ان پر حملہ آور ہوئے ہیں۔ یہ سن کر ابو جہل نے عظیم کعبہ میں کھڑے ہو کر اپنی آستین سے اشارہ کر کے اعلان کر دیا کہ میں نے اپنے بھانجے عمر کو پناہ دی۔ ابو جہل کا یہ اعلان سن کر سب لوگ ہٹ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ اسلام لانے کے بعد میں ہمیشہ کفار کو مارتا اور ان کی مار کھاتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب فرمادیا۔

(زرقانی علی الموابج ص ۲۷۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا ایک سبب

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسلمان ہونے کا ایک سبب یہ بھی بتایا گیا ہے کہ خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں کفر کی حالت میں قریش کے بتوں کے پاس حاضر تھا اتنے میں ایک شخص گائے کا ایک بھڑالے کر آیا اور اس کو بتوں کے نام پر ذبح کیا۔ پھر بڑے زور سے چیخ مار کر کسی نے یہ کہا کہ

يَا جَلِيْنُحْ اَمْرٌ نَجِيْحٌ رَّجُلٌ فَصِيْحٌ يَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

یہ آواز سن کر سب لوگ ہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ لیکن میں نے یہ عزم کر لیا کہ میں اس آواز دینے والے کی تحقیق کئے بغیر ہرگز ہرگز یہاں سے نہیں ٹلوں گا۔ اس کے بعد پھر یہی آواز آئی کہ یَا جَلِيْنُحْ اَمْرٌ نَجِيْحٌ رَّجُلٌ فَصِيْحٌ يَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یعنی اے کھلی ہوئی دشمنی کرنے والے! ایک کامیابی کی چیز ہے کہ ایک فصاحت والا آدمی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ رہا ہے۔ حالانکہ بتوں کے آس پاس میرے سوا دوسرا کوئی بھی نہیں تھا۔ اس کے فوراً ہی بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا۔ اس واقعہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے حد متاثر تھے۔ اس لئے ان کے اسلام لانے کے اسباب میں اس واقعہ کو بھی کچھ نہ کچھ ضرور دخل ہے۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۴۶ و زرقانی ج ۱ ص ۷۶۲ باب اسلام عمر)

۷ نبوی میں شعب ابی طالب محصوری

اعلان نبوت کے ساتویں سال ۷ نبوی میں کفار مکہ نے جب دیکھا کہ روز بروز مسلمانوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے اور حضرت حمزہ و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے بہادران قریش بھی دامن اسلام میں آگئے تو غیظ و غضب میں یہ لوگ آپ سے باہر ہو گئے

اور تمام سرداران قریش اور مکہ کے دوسرے کفار نے یہ اسکیم بنائی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے خاندان کا مکمل بائیکاٹ کر دیا جائے اور ان لوگوں کو کسی تنگ و تنگ جگہ میں محصور کر کے ان کا دانہ پانی بند کر دیا جائے تاکہ یہ لوگ مکمل طور پر تباہ و برباد ہو جائیں۔ چنانچہ اس خوفناک تجویز کے مطابق تمام قبائل قریش نے آپس میں یہ معاہدہ کیا کہ جب تک بنی ہاشم کے خاندان والے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قتل کے لئے ہمارے حوالہ نہ کر دیں (۱) کوئی شخص بنو ہاشم کے خاندان سے شادی بیاہ نہ کرے۔

(۲) کوئی شخص ان لوگوں کے ہاتھ کسی قسم کے سامان کی خرید و فروخت نہ کرے۔

(۳) کوئی شخص ان لوگوں سے میل جول، سلام و کلام اور ملاقات و بات نہ کرے۔

(۴) کوئی شخص ان لوگوں کے پاس کھانے پینے کا کوئی سامان نہ جانے دے۔

منصور بن عکرمہ نے اس معاہدہ کو لکھا اور تمام سرداران قریش نے اس پر دستخط کر کے اس دستاویز کو کعبہ کے اندر آویزاں کر دیا۔ ابوطالب مجبوراً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دوسرے تمام خاندان والوں کو لے کر پہاڑ کی اس گھاٹی میں جس کا نام "شعب ابی طالب" تھا پناہ گزین ہوئے۔ ابولہب کے سوا خاندان بنو ہاشم کے کافروں نے بھی خاندانی حمیت و پاسداری کی بنا پر اس معاملہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ساتھ دیا اور سب کے سب پہاڑ کے اس تنگ و تنگ درہ میں محصور ہو کر قیدیوں کی زندگی بسر کرنے لگے۔ اور یہ تین برس کا زمانہ اتنا سخت اور کٹھن گزرا کہ بنو ہاشم درختوں کے پتے اور سوکھے چمڑے پکا پکا کر کھاتے تھے۔ اور ان کے بچے بھوک پیاس کی شدت سے تڑپ تڑپ کر دن رات رویا کرتے تھے۔ سنگدل اور ظالم کافروں نے ہر طرف پہرہ بٹھادیا تھا کہ کہیں سے بھی گھاٹی کے اندر دانہ پانی نہ جانے پائے۔ (زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۷۸-۷۹)

خاندانِ مصطفیٰ ﷺ کا صبر و استقلال

مسلل تین سال تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خاندانِ بنو ہاشم ان ہوش ربا مصائب کو جھیلتے رہے یہاں تک کہ خود قریش کے کچھ رحم دلوں کو بنو ہاشم کی ان معصیتوں پر رحم آگیا اور ان لوگوں نے اس ظالمانہ معاہدہ کو توڑنے کی تحریک اٹھائی۔ چنانچہ ہشام بن عمر و عامری، زبیر بن ابی امیہ، مطعم بن عدی، ابوالختری، زمعہ بن الاسود وغیرہ یہ سب مل کر ایک ساتھ حرم کعبہ میں گئے اور زبیر نے جو عبدالمطلب کے نواسے تھے کفار قریش کو مخاطب کر کے اپنی پر جوش تقریر میں یہ کہا کہ اے لوگو! یہ کہاں کا انصاف ہے؟ کہ ہم لوگ تو آرام سے زندگی بسر کر رہے ہیں اور خاندانِ بنو ہاشم کے بچے بھوک پیاس سے بے قرار ہو کر بلبلا رہے ہیں۔ خدا کی قسم! جب تک اس وحشیانہ معاہدہ کی دستاویز پھاڑ کر پاؤں سے نہ روند دی جائے گی میں ہرگز ہرگز چین سے نہیں بیٹھ سکتا۔ یہ تقریر سن کر ابو جہل نے تڑپ کر کہا کہ خبردار! ہرگز ہرگز تم اس معاہدہ کو ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ زمعہ نے ابو جہل کو لکارا اور اس زور سے ڈانٹا کہ ابو جہل کی بولتی بند ہوگئی۔ اسی طرح مطعم بن عدی اور ہشام بن عمرو نے بھی غم ٹھونک کر ابو جہل کو جھڑک دیا اور ابوالختری نے تو صاف صاف کہہ دیا کہ اے ابو جہل! اس ظالمانہ معاہدہ سے نہ ہم پہلے راضی تھے اور نہ اب ہم اس کے پابند ہیں۔

اسی مجمع میں ایک طرف ابو طالب بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ اے لوگو! میرے بھتیجے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کہتے ہیں کہ اس معاہدہ کی دستاویز کو کیڑوں نے کھا ڈالا ہے اور صرف جہاں جہاں خدا کا نام لکھا ہوا تھا اس کو کیڑوں نے چھوڑ دیا ہے۔ لہذا میری رائے یہ ہے کہ تم لوگ اس دستاویز کو نکال کر دیکھو اگر واقعی اس کو کیڑوں نے کھالیا ہے جب تو اس کو چاک کر کے پھینک دو۔ اور اگر میرے بھتیجے کا کہنا غلط ثابت ہوا تو میں محمد

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو تمہارے حوالے کر دوں گا۔ یہ سن کر مطعم بن عدی کعبہ کے اندر گیا اور دستاویز کو اتار لایا اور سب لوگوں نے اس کو دیکھا تو واقعی جبر اللہ تعالیٰ کے نام کے پوری دستاویز کو کیڑوں نے کھا لیا تھا۔ مطعم بن عدی نے سب کے سامنے اس دستاویز کو پھاڑ کر پھینک دیا۔ اور پھر قریش کے چند بہادر باوجودیکہ یہ سب کے سب اس وقت کفر کی حالت میں تھے، تمہارے لے کر گھاٹی میں پہنچے اور خاندان بنو ہاشم کے ایک ایک آدمی کو وہاں سے نکال لائے اور ان کو ان کے مکانوں میں آباد کر دیا۔ یہ واقعہ ۱۰ نبوی کا ہے۔ منصور بن عکرمہ جس نے اس دستاویز کو لکھا تھا اس پر یہ قہر الہی ٹوٹ پڑا کہ اس کا ہاتھ شل ہو کر سوکھ گیا۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴۲ وغیرہ)

۱۰ نبوی غموں کا سال

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شعب ابی طالبؑ سے نکل کر اپنے گھر میں تشریف لائے اور چند ہی روز کفار قریش کے ظلم و ستم سے کچھ امان ملی تھی کہ ابوطالب بیمار ہو گئے اور گھاٹی سے باہر آنے کے آٹھ مہینے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔

ابوطالب کی وفات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ایک بہت ہی جاں گداز اور روح فرسا حادثہ تھا کیونکہ بچپن سے جس طرح پیار و محبت کے ساتھ ابوطالب نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پرورش کی تھی اور زندگی کے ہر موڑ پر جس جاں نثاری کے ساتھ آپ کی نصرت و دستگیری کی اور آپ کے دشمنوں کے مقابل سینہ سپر ہو کر جس طرح آلام و مصائب کا مقابلہ کیا اس کو بھلا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کس طرح بھول سکتے تھے۔

حضرت خدیجہ بنت النضہ کی وفات

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر ابھی ابوطالب کے انتقال

کا زخم تازہ ہی تھا کہ ابوطالب کی وفات کے تین دن یا پانچ دن کے بعد حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی دنیا سے رخصت فرما گئیں۔ مکہ میں ابوطالب کے بعد سب سے زیادہ جس ہستی نے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نصرت و حمایت میں اپنا تن من و دھن سب کچھ قربان کیا وہ حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ذات گرامی تھیں۔ جس وقت دنیا میں کوئی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مخلص مشیر اور غمخوار نہیں تھا حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی تھیں کہ ہر پریشانی کے موقع پر پوری جاں نثاری کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غمخواری اور دلداری کرتی رہتی تھیں اس لئے ابوطالب اور حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دونوں کی وفات سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مددگار اور غمگسار دونوں ہی دنیا سے اٹھ گئے جس سے آپ کے قلب نازک پر اتنا عظیم صدمہ گزرا کہ آپ نے اس سال کا نام عام الحزن (غم کا سال) رکھ دیا۔

حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رمضان ۱۰ نبوی میں وفات پائی۔ بوقت وفات پینسٹھ برس کی عمر تھی۔ مقام حمون (قبرستان جنت المعلیٰ) میں مدفون ہوئیں۔ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود بہ نفس نفیس ان کی قبر میں اترے اور اپنے مقدس ہاتھوں سے ان کی لاش مبارک کو زمین کے سپرد فرمایا۔ (زرقاتی ج ۱ ص ۲۹۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر طائف

مکہ والوں کے عناد اور سرکشی کو دیکھتے ہوئے جب حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان لوگوں کے ایمان لانے سے مایوسی نظر آئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبلیغ اسلام کے لئے مکہ کے قرب و جوار کی بستیوں کا رخ کیا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "طائف" کا بھی سفر فرمایا۔ اس سفر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ طائف میں بڑے بڑے امراء اور مالدار لوگ رہتے تھے۔ ان رئیسوں میں ”عمرو“ کا خاندان تمام قبائل کا سردار شمار کیا جاتا تھا۔ یہ لوگ تین بھائی تھے۔ عبد یلیل۔ مسعود۔ حبیب۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان تینوں کے پاس تشریف لے گئے اور اسلام کی دعوت دی۔ ان تینوں نے اسلام قبول نہیں کیا بلکہ انتہائی بیہودہ اور گستاخانہ جواب دیا۔ ان بد نصیبوں نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ طائف کے شیر غنڈوں کو ابھار دیا کہ یہ لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ برا سلوک کریں۔ چنانچہ لچوں لفتگوں کا یہ شیر گردہ ہر طرف سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ٹوٹ پڑا اور یہ شرارتوں کے مجسمے آپ پر پتھر برسائے لگے یہاں تک کہ آپ کے مقدس پاؤں زخموں سے لہولہاں ہو گئے۔

اور آپ کے موزے اور نعلین مبارک خون سے بھر گئے۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زخموں سے بے تاب ہو کر بیٹھ جاتے تو یہ ظالم انتہائی بے دردی کے ساتھ آپ کا بازو پکڑ کر اٹھاتے اور جب آپ چلنے لگتے تو پھر آپ پر پتھروں کی بارش کرتے اور ساتھ ساتھ طعنہ زنی کرتے۔ گالیاں دیتے۔ تالیاں بجاتے۔ ہنسی اڑاتے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوڑ دوڑ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر آنے والے پتھروں کو اپنے بدن پر لیتے تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بچاتے تھے یہاں تک کہ وہ بھی خون میں نہا گئے اور زخموں سے نڈھال ہو کر بے قابو ہو گئے۔ یہاں تک کہ آخر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکوڑ کے ایک باغ میں پناہ لی۔ یہ باغ مکہ کے ایک مشہور کافر عتبہ بن ربیعہ کا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ حال دیکھ کر عتبہ بن ربیعہ اور اس کے بھائی شیبہ بن ربیعہ کو آپ پر رحم آ گیا اور کافر ہونے کے باوجود خاندانی حمیت نے جوش مارا۔ چنانچہ ان دونوں

کافروں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے باغ میں ٹھہرایا اور اپنے لہرائی غلام "عداس" کے ہاتھ سے آپ کی خدمت میں انگوڑ کا ایک خوشہ بھیجا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بسم اللہ پڑھ کر خوشہ کو ہاتھ لگایا تو عداس تعجب سے کہنے لگا کہ اس اطراف کے لوگ تو یہ کلمہ نہیں بولا کرتے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا کہ تمہارا وطن کہاں ہے؟ عداس نے کہا کہ میں "شہر نینوی" کا رہنے والا ہوں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ حضرت یونس بن متی علیہ السلام کا شہر ہے۔ وہ بھی میری طرح خدا عزوجل کے پیغمبر تھے۔ یہ سن کر عداس آپ کے ہاتھ پاؤں چومنے لگا اور فوراً ہی آپ کا کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ (زرقاتی علی المواہب ج ۱ ص ۳۰۰)

اسی سفر میں جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقام "مخلہ" میں تشریف فرما ہوئے اور رات کو نماز تہجد میں قرآن مجید پڑھ رہے تھے تو "نصیبین" کے جنوں کی ایک جماعت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور قرآن سن کر یہ سب جن مسلمان ہو گئے۔ پھر ان جنوں نے لوٹ کر اپنی قوم کو بتایا تو مکہ مکرمہ میں جنوں کی جماعت نے فوج در فوج آکر اسلام قبول کیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں سورہ جن کی ابتدائی آیتوں میں خداوند عالم نے اس واقعہ کا تذکرہ فرمایا ہے۔ (زرقاتی ج ۱ ص ۳۰۳)

مقام "مخلہ" میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چند دنوں تک قیام فرمایا۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقام "خراء" میں تشریف لائے اور قریش کے ایک ممتاز سردار مطعم بن عدی کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ کیا تم مجھے اپنی پناہ میں لے سکتے ہو؟ عرب کا دستور تھا کہ جب کوئی شخص ان سے حمایت اور پناہ طلب کرتا تو وہ اگرچہ کتنا ہی بڑا دشمن کیوں نہ ہو وہ پناہ دینے سے انکار نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ مطعم بن عدی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

اپنی پناہ میں لے لیا اور اس نے اپنے بیٹوں کو حکم دیا کہ تم لوگ ہتھیار لگا کر حرم میں جاؤ اور مطعم بن عدی خود گھوڑے پر سوار ہو گیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ مکہ لایا اور حرم کعبہ میں اپنے ساتھ لے کر گیا اور مجمع عام میں اعلان کر دیا کہ میں نے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو پناہ دی ہے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اطمینان کے ساتھ حجر اسود کو بوسہ دیا اور کعبہ کا طواف کر کے حرم میں نماز ادا کی اور مطعم بن عدی اور اس کے بیٹوں نے تلواروں کے سائے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آپ کے دولت خانہ تک پہنچا دیا۔ (زرقانی ج ۱ ص ۳۰۶)

فرشتوں کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دینا

اس سفر کے مدتوں بعد ایک مرتبہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا جنگ احد کے دن سے بھی زیادہ سخت کوئی دن آپ پر گزرا ہے؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں اے عائشہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہ دن میرے لئے جنگ احد کے دن سے بھی زیادہ سخت تھا جب میں نے طائف میں وہاں کے ایک سردار "عبد یلیل" کو اسلام کی دعوت دی۔ اس نے دعوت اسلام کو حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیا اور اہل طائف نے مجھ پر پتھراؤ کیا۔ میں اس رنج و غم میں سر جھکائے چلتا رہا یہاں تک کہ مقام "قرن الثعالب" میں پہنچ کر میرے ہوش و حواس بجا ہوئے۔ وہاں پہنچ کر جب میں نے سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بدلی مجھ پر سایہ کئے ہوئے ہے اس بادل میں سے حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھے آواز دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کا قول اور ان کا جواب سن لیا اور اب آپ کی خدمت میں پہاڑوں کا فرشتہ حاضر ہے۔ تاکہ وہ آپ کے حکم

کی تعمیل کرے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بیان ہے کہ پہاڑوں کا فرشتہ مجھے سلام کر کے عرض کرنے لگا کہ اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کا قول اور انہوں نے آپ کو جو جواب دیا ہے وہ سب کچھ سن لیا ہے اور مجھ کو آپ کی خدمت میں بھیجا ہے تاکہ آپ مجھے جو چاہیں حکم دیں اور میں آپ کا حکم بجالاؤں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں "آخسین" (ابوقیس اور قتیقاعان) دونوں پہاڑوں کو ان کفار پر اُلٹ دوں تو میں اُلٹ دیتا ہوں۔ یہ سن کر حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسلوں سے اپنے ایسے بندوں کو پیدا فرمائے گا جو صرف اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کریں گے اور شرک نہیں کریں گے۔ (بخاری باب ذکر الملائکہ ج ۱ ص ۳۵۸ و زر قانی ج ۱ ص ۲۹۷)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قبائل میں اسلام کی تبلیغ کرنا

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طریقہ تھا کہ حج کے زمانے میں جب کہ دور دور کے عربی قبائل مکہ میں جمع ہوتے تھے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام قبائل میں دورہ فرما کر لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے تھے۔ اسی طرح عرب میں جا بجا بہت سے میلے لگتے تھے جن میں دور دراز کے قبائل عرب جمع ہوتے تھے۔ ان میلوں میں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبلیغ اسلام کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ چنانچہ عکاظ، مجنہ، ذوالحجاز کے بڑے بڑے میلوں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبائل عرب کے سامنے دعوت اسلام پیش فرمائی۔ عرب کے قبائل بنو عامر، محارب، فزارہ، غسان، مرہ، سلیم، عوس، بنو نصر، کندہ، کلب، عذرہ، حضارہ وغیرہ ان سب مشہور قبائل کے سامنے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسلام پیش فرمایا مگر آپ کا چچا ابولہب ہر جگہ آپ کے ساتھ ساتھ جاتا اور جب آپ کسی قبیلہ

کے سامنے وعظ فرماتے تو ابولہب چلا چلا کر یہ کہتا کہ ”یہ دین سے پھر گیا ہے، یہ جھوٹ کہتا ہے۔“ (زرقانی ج ۱ ص ۳۰۹)

قبیلہ بنو ذہل بن شیبان کے پاس جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ اس قبیلہ کا سردار ”مفروق“ آپ کی طرف متوجہ ہوا اور اس نے کہا کہ اے قریشی برادر! آپ لوگوں کے سامنے کونسا دین پیش کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا ایک ہے اور میں اس کا رسول ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سورہ انعام کی چند آیتیں تلاوت فرمائیں۔ یہ سب لوگ آپ کی تقریر اور قرآنی آیتوں کی تاثیر سے انتہائی متاثر ہوئے لیکن یہ کہا کہ ہم اپنے اس خاندانی دین کو بھلا ایک دم کیسے چھوڑ سکتے ہیں؟ جس پر ہم برسہا برس سے کار بند ہیں۔ اس کے علاوہ ہم ملک فارس کے بادشاہ کسریٰ کے زیر اثر اور رعیت ہیں۔ اور ہم یہ معاہدہ کر چکے ہیں کہ ہم بادشاہ کسریٰ کے سوا کسی اور کے زیر اثر نہیں رہیں گے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی صاف گوئی کی تعریف فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ خیر، خدا اپنے دین کا حامی و ناصر اور معین و مددگار ہے۔ (روض الانف بحوالہ سیرۃ النبی)

مدینہ کا پرانا نام

”مدینہ منورہ“ کا پرانا نام ”یثرب“ ہے۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شہر میں سکونت فرمائی تو اس کا نام ”مدینۃ النبی“ (نبی کا شہر) پڑ گیا۔ پھر یہ نام مختصر ہو کر ”مدینہ“ مشہور ہو گیا۔ تاریخی حیثیت سے یہ بہت پرانا شہر ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب اعلان نبوت فرمایا تو اس شہر میں عرب کے دو قبیلے ”اوس“ اور ”خزرج“ اور کچھ ”یہودی“ آباد تھے۔ اوس و خزرج کفار مکہ کی طرح ”بت پرست“ اور ”یہودی“ اہل کتاب تھے۔ اوس

دختر ج پہلے تو بڑے اتفاق و اتحاد کے ساتھ مل جل کر رہتے تھے مگر پھر عربوں کی فطرت کے مطابق ان دونوں قبیلوں میں لڑائیاں شروع ہو گئیں۔ یہاں تک کہ آخری لڑائی جو تاریخ عرب میں "جنگ بعاث" کے نام سے مشہور ہے اس قدر ہولناک اور خونریز ہوئی کہ اس لڑائی میں اوس و خزرج کے تقریباً تمام نامور بہادر لڑ بھڑ کر کٹ مر گئے اور یہ دونوں قبیلے بے حد کمزور ہو گئے۔ یہودی اگرچہ تعداد میں بہت کم تھے مگر چونکہ وہ تعلیم یافتہ تھے اس لئے اوس و خزرج ہمیشہ یہودیوں کی علمی برتری سے مرعوب اور ان کے زیر اثر رہتے تھے۔

اسلام قبول کرنے کے بعد رسول رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس تعلیم و تربیت کی بدولت اوس و خزرج کے تمام پرانے اختلافات ختم ہو گئے اور یہ دونوں قبیلے شہر و شکر کی طرح مل جل کر رہنے لگے۔ اور چونکہ ان لوگوں نے اسلام اور مسلمانوں کی اپنے تن من و دھن سے بے پناہ امداد و نصرت کی اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان خوش بختوں کو "انصار" کے معزز لقب سے سرفراز فرما دیا اور قرآن کریم نے بھی ان جاں نثاران اسلام کی نصرت رسول و امداد مسلمین پر ان خوش نصیبوں کی مدح و ثنا کا جا بجا خطبہ پڑھا اور از روئے شریعت انصار کی محبت اور ان کی جناب میں حسن عقیدت تمام امت مسلمہ کیلئے لازم الایمان اور واجب العمل قرار پائی۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

زمین پر میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پہلا جلوس

یمن سرزمین حجاز کا وہ قریبی خطہ ہے جس میں متعدد ایسے حکمران بھی گزرے ہیں جن کا طرز حکمرانی اور انداز شاہانہ انہیں دیگر حکمرانوں سے بالکل جدا کر دیتا ہے۔ آئیے ان حکمرانوں میں سے چند کا اجمالی تذکرہ کرتے ہیں:

ملکہ سبا

حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور میں نہایت حسین و جمیل اور ذہین و فطین خاتون بلقیس یمن کی حکمران تھی۔ اس خاتون کو ملکہ سبا بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی قوم سورج پرست تھی اور سورج کو اپنا معبود سمجھتی تھی۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے اپنے خاص درباری پرندے ہُد ہُد کو اپنا ایک مکتوب دے کر اُسے اپنے ہاں آنے کی دعوت دی۔ ملکہ سبا بلقیس نے اس خط کی بابت اپنے مشیران خاص سے مشورہ کیا اور کچھ مصاحبین کو ساتھ لے کر یمن سے دربار سلیمانی پہنچی۔ بعد ازاں ملکہ سبا حضرت سلیمان علیہ السلام پر ایمان لے آئی۔ اس پورے واقعہ کو سورۃ النمل آیت نمبر ۲۰ تا ۴۴ میں تفصیلاً بیان کیا گیا ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

سلیمان نے پرندوں کا جائزہ لیا تو کہنے لگے: مجھے کیا ہوا ہے کہ میں ہد ہد کو نہیں دیکھ پارہا یا وہ واقعی غائب ہو گیا ہے۔ میں اسے بغیر اجازت غائب ہونے پر ضرور سخت سزا دوں گا یا اسے ضرور ذبح کر ڈالوں گا یا وہ میرے پاس اپنے بے تصور ہونے کی واضح دلیل لائے گا۔ پس وہ تھوڑی ہی دیر باہر ٹھہرا تھا کہ اس نے حاضر ہو کر عرض کیا: مجھے ایک ایسی بات معلوم ہوئی ہے جس پر (شاید) آپ مطلع نہ تھے اور میں آپ کے پاس ملکِ سبا سے ایک یقینی خبر لایا ہوں۔ میں نے وہاں ایک ایسی عورت کو پایا ہے جو ان یعنی ملکِ سبا کے باشندوں پر حکومت کرتی ہے اور اسے ملکیت و اقتدار میں ہر ایک چیز بخشی گئی ہے اور اس کے پاس بہت بڑا تخت ہے۔ میں نے اسے اور اس کی قوم کو اللہ کے بجائے سورج کو سجدہ کرتے پایا ہے اور شیطان نے ان کے اعمالِ بدان کے لیے خوب خوشنما بنا دیے ہیں اور انہیں توحید کی راہ سے روک دیا ہے سو وہ ہدایت نہیں پا رہے۔ سلیمان نے فرمایا: ہم ابھی دیکھتے ہیں کیا تو سچ کہہ رہا ہے یا تو جھوٹ بولنے والوں سے ہے۔ میرا یہ خط لے جا اور اسے

ان کی طرف ڈال دے پھر ان کے پاس سے ہٹ آپھر دیکھ وہ کس بات کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

اس خط کے جواب میں ملکہ سبائے کہا میں ان کی طرف کچھ تحفہ بھیجنے والی ہوں پھر دیکھتی ہوں قاصد کیا جواب لے کر واپس لوٹتے ہیں۔ سو جب وہ قاصد سلیمان کے پاس آیا تو سلیمان نے اس سے فرمایا: کیا تم لوگ مال و دولت سے میری مدد کرنا چاہتے ہو۔ سو جو کچھ اللہ نے مجھے عطا فرمایا ہے اس دولت سے بہتر ہے جو اس نے تمہیں عطا کی ہے بلکہ تم ہی ہو جو اپنے تحفہ سے فرحاں اور نازاں ہو تو ان کے پاس تحفہ سمیت واپس پلٹ جا سو ہم ان پر ایسے لشکروں کے ساتھ حملہ کرنے آئیں گے جن سے انہیں مقابلہ کی طاقت نہیں ہوگی اور ہم انہیں وہاں سے بے عزت کر کے اس حال میں نکالیں گے کہ وہ قیدی بن کر رسوا ہوں گے۔

سلیمان نے فرمایا: اے دربار والو! تم میں سے کون اس ملکہ کا تخت میرے پاس لاسکتا ہے قبل اس کے کہ وہ لوگ فرمانبردار ہو کر میرے پاس آجائیں۔ ایک قوی ہیکل جن نے عرض کیا: میں اسے آپ کے پاس لاسکتا ہوں قبل اس کے کہ آپ اپنے مقام سے اٹھیں اور بے شک میں اس کے لانے پر طاقتور اور اماندار ہوں۔ پھر ایک ایسے شخص نے عرض کیا جس کے پاس آسمانی کتاب کا کچھ علم تھا کہ میں اسے آپ کے پاس لاسکتا ہوں قبل اس کے کہ آپ کی نگاہ آپ کی طرف پلے یعنی پلک جھپکنے سے بھی پہلے، اسی اثناء میں ملکہ سبائے کا تخت حضرت سلیمان کے دربار میں موجود تھا۔

ابرہہ بادشاہ

یمن ہی کا ایک اور حکمران تاریخ میں ابرہہ کے نام سے معروف ہے۔ ولادت

رسول مختشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چند ماہ قبل مسیحی حکمران ابرہہ نے بیت اللہ پر لشکر کشی کا ارادہ کیا۔ اس نے یمن کے دارالخلافہ صنعاء میں ایک کنیسہ (عبادت خانہ) تعمیر کر رکھا تھا، جس کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ لوگ مکہ معظمہ میں خانہ کعبہ کی طرف متوجہ ہونے کے بجائے اس عبادت گاہ میں آکر عبادت (حج) کریں۔ اہل عرب کو جب اس بات کا علم ہوا تو انہیں یہ بات گراں گزری۔ چنانچہ بنو کنانہ کے ایک شخص نے موقعہ پا کر کنیسہ میں غلاظت پھینک دی۔ اس حرکت پر ابرہہ طیش میں آگیا اور اس نے یہ ارادہ کر لیا کہ میں خانہ کعبہ کو مسمار و منہدم کر دوں گا وہ ایک بڑا لشکر لے کر یمن سے مکہ کی جانب روانہ ہوا۔

اس لشکر میں سپاہیوں کے علاوہ قوی الجیش اور قد آور ہاتھی بھی شامل تھے۔ ابرہہ نے مکہ شہر سے باہر مزدلفہ کے مقام پر پہنچ کر اہل مکہ کے جانوروں کو پکڑنا شروع کر دیا۔ ان میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلب بن ہاشم کے اونٹ بھی شامل تھے۔ جب حضرت عبدالمطلب کو علم ہوا تو وہ فوراً ابرہہ کے پاس پہنچے۔ ابرہہ نے ان کا بہت احترام کیا اور ان سے آنے کی وجہ پوچھی۔

حضرت عبدالمطلب نے بتایا کہ تم نے میرے جواونٹ پکڑے ہیں وہ واپس کر دو۔ وہ بولا: اے عبدالمطلب! مجھے یہ سن کر حیرانی ہوئی، میں تو خانہ کعبہ پر حملہ کر کے اسے مسمار کرنے والا ہوں مگر تم صرف اپنے اونٹوں کا مطالبہ ہی کر رہے ہو اور خانہ کعبہ کی تباہی کا تمہیں کوئی فکر نہیں ہے۔ آپ نے ابرہہ کو جواب دیا کہ یہ اونٹ میری ملکیت ہیں اور کعبہ، اللہ کی ملکیت ہے۔ وہ خود اس کی حفاظت فرمائے گا، میں تو صرف اپنی چیز کا ہی مطالبہ کرتا ہوں۔ ابرہہ یہ بات سن کر حیران ہوا اور اس نے تمام اونٹ حضرت عبدالمطلب کو واپس کر دیئے۔

کعبۃ اللہ کی حفاظت کا الوہی انتظام

حضرت عبدالمطلب نے واپس جا کر یہ سارا ماجرا قریش مکہ کو سنایا اور ساتھ یہ مشورہ بھی دیا کہ تم سب لوگ قریبی پہاڑوں کی چوٹیوں اور گھاٹیوں میں چلے جاؤ۔ آپ خود خانہ کعبہ جا کر بارگاہ الہی میں خانہ کعبہ کی حفاظت و سلامتی کی دعا کرنے لگے۔ طاقت کے نشہ میں چوراہہ نے جونہی خانہ کعبہ کو مسما کر کے کا ارادہ کیا اور اپنا لشکر لے کر خانہ کعبہ کے قریب پہنچا، جلال و جبروت ربانی جوش میں آگیا۔ پھر آنکھ نے وہ ہیبت انگیز اور عبرت ناک منظر بھی دیکھا جب مزدلفہ کی وادیء محسر میں کھلے آسمان کی بیکراں وسعتوں میں ننھے ننھے پرندوں (ابابیل) کے غول درغول نمودار ہوئے، جنہوں نے اپنی چونچوں میں پکڑی ہوئی کنکریوں کو موسلا دھار بارش کی طرح ابر ہی لشکر پر برسانا شروع کر دیا۔ کنکریاں گرنے کی رفتار اور قوت اس قدر تیز تھی کہ جس ہاتھی اور سپاہی پر گرتیں، اس کے بدن سے آر پار ہو جاتیں۔ اس اچانک نازل ہونے والے آسمانی عذاب سے پورے لشکر میں بدحواسی اور کھلبلی مچ گئی۔ ہاتھی خوف سے چنگھاڑنے لگے اور جان بچانے کی کوشش میں بھاگتی ہوئی اپنی ہی فوج کو روندنے لگے۔ عذاب الہی سے بھلا کون راہ فرار اختیار کر سکتا ہے۔ بالآخر ابرہہ معہ اپنے لشکر تباہ و برباد ہو گیا۔ قرآن کریم کی سورۃ الفیل اسی عبرت ناک منظر کو ان الفاظ میں بیان کرتی ہے:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحَابِ الْفِيلِ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ وَاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيلَ تَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيلٍ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّا كُوِيَ (الفیل)

”کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ کیا اس نے ان کے مکر و فریب کو باطل و ناکام نہیں کر دیا؟ اور اس نے ان پر (ہرست سے) پرندوں

کے جھنڈ کے جھنڈ بھیج دیے۔ جوان پر کنکر لیے پتھر مارتے تھے۔ پھر (اللہ نے) ان کو کھائے ہوئے بھوسے کی طرح (پامال) کر دیا۔ (ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، 1: 50)

تبع بادشاہ

ملکہ سابلقیس اور ابرہہ بادشاہ کے بعد اسی سرزمین یمن کے ایک اور حکمران کا تذکرہ کرتے ہیں جو ابرہہ بادشاہ کے بالکل برعکس عقیدت و محبت کے الفاظ کے ساتھ تاریخ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گیا۔

حضور ﷺ کی عالم آب و گل میں تشریف آوری سے تقریباً ایک ہزار چالیس سال قبل یمن کے ایک بادشاہ تبع ابوکرب اسعد الحمیری نے بھی خانہ کعبہ کو مسمار کر کے اہل مکہ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا لیکن اس مذموم عمل کو سرانجام دینے سے پہلے ہی اسے اچانک ایک آسمانی مہلک بیماری نے آن گھیرا۔

اس واقعہ کا پس منظر یہ ہے کہ تبع ابوکرب الحمیری یمن سے جنگی مشن لے کر نکلا تھا کہ بیشتر علاقوں کو زیر نگین کر کے اپنی سلطنت وسیع کروں گا۔ اس سلسلہ میں اس نے اپنا پہلا ہدف مکہ معظمہ کو بنانا چاہا۔ اس کے پاس ان گنت جنگی سپاہی، ماہر نشانہ باز، تیر انداز اور ہزاروں کی تعداد میں مشیر اور وزیر تھے۔ بعد از مشاورت تبع ابوکرب الحمیری نے اپنا ارادہ بدل کر جنگی سفر کا آغاز یمن سے مصر کی جانب کر لیا اور وہاں کے کئی علاقوں کو اپنے قبضہ میں لیا۔ بعد ازاں وہ بحیرہ احمر کے ساحل کے ساتھ ساتھ سفر کرتا ہوا سرزمین حجاز کے متبرک شہر مکہ کی سنگلاخ چوٹیوں میں گھری ہوئی بے آب و گیاہ وادیوں میں داخل ہوا۔

جب وہ شہر کی حدود میں پہنچا تو یہ منظر دیکھ کر حیران و ششدر رہ گیا کہ اہل شہر پر کوئی خوف و ہراس طاری نہیں اور نہ ہی انہوں نے اس کا والہانہ استقبال کیا ہے۔ گویا وہ

تمام اطمینان کی تصویر بنے اپنے حال میں مست تھے۔ اس خلاف توقع صورتحال کی بابت اس نے اپنے مشیران سے استفسار کیا، اُسے بتایا گیا کہ اس شہر میں چونکہ بیت اللہ موجود ہے، جس کی خدمت کا فریضہ اہل مکہ خود انجام دیتے ہیں اور اس کام کو وہ بڑا اعزاز و اکرام تصور کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ کسی بڑی شخصیت یا حکمران کو خاطر میں نہیں لاتے۔ اراکین سلطنت کا یہ جواب سن کر تبع الحمیری کو بہت غصہ آیا اور گرجدار آواز میں بولا: میں ایسے کعبہ کو مساکروں گا اور اس کے خدمت گاروں کو تہ تیغ کر دوں گا۔ اس نے کعبہ پر فوری اور شدید حملہ کرنے کا حکم دیا۔

اس سے قبل کہ اس کے حکم کی تعمیل ہوتی اچانک تبع الحمیری کے پورے بدن میں شدید درد کی لہر اٹھی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کا جسم سوکھی لکڑی کی طرح اکڑنے لگا اور وہ مکمل طور پر حرکت کرنے کے قابل نہ رہا۔ شاہ یمن کی اچانک یہ بگڑتی ہوئی حالت دیکھ کر اس کی فوج نے اپنی برہنہ تلواریں میانوں میں رکھ لیں، گھوڑوں کی ہنہناہٹ آہستہ آہستہ مدہم پڑتی گئی اور ماہر تیر اندازوں نے اپنے نوکیلے تیر دوبارہ ترکشوں کے اندر رکھ لئے۔ پوری فوج پر سکتہ اور سارے ماحول پر ایک ماتمی سناٹا طاری ہو گیا۔

الحمیری کا درد میں مبتلا جسم ایک بے حس و حرکت لاش کی طرح پڑا تھا اور ہر کوئی اس سوچ و فکر میں گم تھا کہ اب کیا ہوگا؟ جوں جوں گھڑیاں گزرتی جا رہی تھیں، تشویش و غم کا مہیب دائرہ پھیلتا جا رہا تھا۔ کافی دنوں تک یہ حمیری لشکر شہر مکہ میں یونہی بیکار پڑا رہا۔ الحمیری کا سارا جنگی منصوبہ گویا دم توڑتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ لشکر میں طرح طرح کی چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ مشیران شاہی نے یہ فیصلہ کیا کہ شاہ یمن کے علاج کے لئے کسی حاذق اور ماہر حکیم کو تلاش کیا جائے۔ چنانچہ کافی تگ و دو کے بعد کئی اطباء کو بلایا گیا مگر

مریض کی حالت دیکھ کر ہر حکیم نے معذوری کا اظہار کیا۔ بے امیدی کی فضا اور گہری ہوتی گئی، جملہ اطباء کی رائے میں شاہ یمن کی بیماری عقل و فہم سے باہر تھی۔ بعض کے مطابق یہ عارضہ جسمانی نہیں بلکہ آسمانی ہے اور اس کا علاج صرف وحدہ لا شریک کے پاس ہے۔

جب ہر طرف سے ناامیدی کے بادل چھانے لگے تو اچانک ایک دن کسی صاحب بصیرت حکیم نے چپکے سے آ کر تیج الحمیری کے کان میں کہا: اے شاہ یمن! میں اس بیمار کا علاج صرف اس شرط پر کروں گا کہ جو میں آپ سے پوچھوں اس کا سچا جواب دینا۔ اگر ذرا بھی غلط بیانی سے کام لیا تو یاد رکھیں یہ مہلک اور خطرناک مرض جلد آپ کو موت کے منہ میں ڈھکیلنے والا ہے۔ بادشاہ کو طبیب کی یہ بات سن کر امید کی ایک روشن کرن دکھائی دی، چنانچہ اس نے حق کہنے کا وعدہ کر لیا۔

حکیم نے جو سوالات پوچھے، شاہ الحمیری نے ان کا صحیح جواب دیا۔ دوران گفتگو جوہنی تیج الحمیری نے حکیم کو خانہ کعبہ پر حملہ اور مکہ مکرمہ کو نیست و نابود کرنے کی بات بتائی تو حکیم ایک دم اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور بلند آواز میں کہا: بس کریں شاہ یمن، بس کریں۔۔۔ آگے مت۔۔۔ یہی وہ اصل وجہ ہے جس نے آپ کو بیماری کے اس عذاب میں گرفتار کر رکھا ہے۔۔۔ اس کا علاج صرف یہی ہے کہ فوراً اس مذموم خیال اور شیطانی ارادے کو اپنے دل و دماغ سے خارج کریں اور مالک کائنات سے معافی طلب کریں۔۔۔ شاید آپ نہیں جانتے کہ اس عظیم گھر ”بیت اللہ“ کا مالک، مالک کل ہے، جو حیات و ممات، صحت و علالت کا مالک ہے، وہ خود ہی اپنے اس گھر کا محافظ ہے۔ آج تک جس نے بھی اسے نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا، وہ کسی نہ کسی عذاب میں مبتلا ہو کر تباہ ہو گیا۔

شاہ یمن یاد رکھیں! آپ بھی ایک ایسے ہی جرم اور گناہ میں مبتلا ہو کر اس بیماری کا شکار بن

گئے ہیں۔ حکیم کی یہ لرزہ خیز اور بصیرت افروز باتیں سن کر الحمیری کے لاغر و سارکت بدن میں جیسے برقی لہر دوڑ گئی، اس کا رگ وریشہ کانپنے لگا، چہرہ پر ندامت و شرمندگی کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ بلاتا خیر اس نے اسی حالت میں ارحم الراحمین سے صدقِ دل سے معافی طلب کی اور اپنے ارادہ کو دل سے نکالا۔ جونہی اس نے ارادہ ترک کیا، رب ذی الجلال کی رحمت خاص سے الحمیری کو صحت نصیب ہوئی۔

کعبۃ اللہ پر پہلا غلاف

صحت یابی کے فوراً بعد اس نے خود کو پاک صاف کر کے بیت اللہ کا طواف کیا اور تمام اہل شہر کو چند دنوں کے بعد ایک عظیم الشان شاہی ضیافت میں مدعو کیا۔ ان کاموں سے فارغ ہو کر تیج الحمیری نے اپنی عجز و نیاز مندی کا اظہار کرتے ہوئے ایک نہایت قیمتی، دیدہ زیب، مرصع و منقش خوبصورت غلاف تیار کر کر کعبہ پر چڑھایا۔ اس موقع پر بیت اللہ کی عمارت کو نہایت دلکش انداز میں سجایا گیا۔ الحمیری نے اظہار تشکر کے طور پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ عظیمہ میں ہزاروں درہم و دینار کا نذرانہ پیش کیا، انہیں غرباء میں تقسیم کیا اور کئی اونٹوں کی قربانی بھی دی۔

(ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، (مکہ پر حملہ)، 1: 24) (ازرقی، اخبار مکہ، 1: 134)
 مکمل شفاء پانے کے بعد شاہ یمن کا جارحانہ مزاج بہت حد تک معتدل ہو گیا۔ تاہم اس نے اپنے جنگی مشن کو جاری رکھا اور مکہ سے روانہ ہو کر کئی علاقوں کو زیر تسلط کیا۔ بالآخر جب شہر یشرب پہنچا تو اہل یشرب نے دفاعی حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے خود کو محفوظ پناہ گاہوں میں محصور کر لیا۔ یہ صورت حال کئی ماہ تک بدستور قائم رہی مگر کوئی غلط فہمی خواہ اور موثر نتیجہ برآمد نہ ہوا۔

اسلام کا مدینہ منورہ میں پھیلنا

انصار گو بت پرست تھے مگر یہودیوں کے میل جول سے اتنا جانتے تھے کہ نبی آخر الزمان کا ظہور ہونے والا ہے اور مدینہ کے یہودی اکثر انصار کے دونوں قبیلوں اوس و خزرج کو دھمکیاں بھی دیا کرتے تھے کہ نبی آخر الزمان کے ظہور کے وقت ہم ان کے لشکر میں شامل ہو کر تم بت پرستوں کو دنیا سے نیست و نابود کر ڈالیں گے۔ اس لئے نبی آخر الزمان کی تشریف آوری کا یہود اور انصار دونوں کو انتظار تھا۔

۱۱ نبوی میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معمول کے مطابق حج میں آنے والے قبائل کو دعوت اسلام دینے کے لئے منیٰ کے میدان میں تشریف لے گئے اور قرآن مجید کی آیتیں سنا سنا کر لوگوں کے سامنے اسلام پیش فرمانے لگے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منیٰ میں عقبہ (گھاٹی) کے پاس جہاں آج ”مسجد الحقبہ“ ہے تشریف فرما تھے کہ قبیلہ خزرج کے چھ آدمی آپ کے پاس آ گئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے ان کا نام و نسب پوچھا۔ پھر قرآن کی چند آیتیں سنا کر ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دی جس سے یہ لوگ بے حد متاثر ہو گئے اور ایک دوسرے کا منہ دیکھ کر واپسی میں یہ کہنے لگے کہ یہودی جس نبی آخر الزمان کی خوشخبری دیتے رہے ہیں یقیناً وہ نبی یہی ہیں۔ لہذا کہیں ایسا نہ ہو کہ یہودی ہم سے پہلے اسلام کی دعوت قبول کر لیں۔ یہ کہہ کر سب ایک ساتھ مسلمان ہو گئے اور مدینہ جا کر اپنے اہل خاندان اور رشتہ داروں کو بھی اسلام کی دعوت دی۔ ان چھ خوش نصیبوں کے نام یہ ہیں۔ (۱) حضرت عقبہ بن عامر بن نابی۔ (۲) حضرت ابوامامہ اسعد بن زرارہ (۳) حضرت عوف بن حارث (۴) حضرت رافع بن مالک (۵) حضرت قطبہ بن عامر بن حدیدہ (۶) حضرت جابر بن عبد اللہ بن ریاب۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) (مدارج

الحیۃ ج ۲ ص ۵۱ و زرقانی ج ۱ ص ۳۱۰

بیعت عقبہ اولیٰ

دوسرے سال سن ۱۲ نبوی میں حج کے موقع پر مدینہ کے بارہ اشخاص منیٰ کی اسی گھاٹی میں چھپ کر مشرف بہ اسلام ہوئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیعت ہوئے۔ تاریخ اسلام میں اس بیعت کا نام "بیعت عقبہ اولیٰ" ہے۔

ساتھ ہی ان لوگوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ درخواست بھی کی کہ احکام اسلام کی تعلیم کے لئے کوئی معلم بھی ان لوگوں کے ساتھ کر دیا جائے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان لوگوں کے ساتھ مدینہ منورہ بھیج دیا۔ وہ مدینہ میں حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر ٹھہرے اور انصار کے ایک ایک گھر میں جا جا کر اسلام کی تبلیغ کرنے لگے اور روزانہ ایک دو نئے آدمی آغوش اسلام میں آنے لگے۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ مدینہ سے قباء تک گھر گھر اسلام پھیل گیا۔

قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت ہی بہادر اور بااثر شخص تھے۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب ان کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی تو انہوں نے پہلے تو اسلام سے نفرت و بیزاری ظاہر کی مگر جب حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو قرآن مجید پڑھ کر سنایا تو ایک دم اُن کا دل پسچ گیا اور اس قدر متاثر ہوئے کہ سعادت ایمان سے سرفراز ہو گئے۔ ان کے مسلمان ہوتے ہی ان کا قبیلہ "اوس" بھی دامن اسلام میں آ گیا۔

اسی سال بقول مشہور ماہِ رجب کی ستائیسویں رات کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کو بحالت بیداری "معراج جسمانی" ہوئی۔ اور اسی سفر معراج میں پانچ نمازیں فرض ہوئیں جس کا تفصیلی بیان ان شاء اللہ تعالیٰ معجزات کے باب میں آئے گا۔

بیعت عقبہ ثانیہ

اس کے ایک سال بعد سن ۱۳ نبوی میں حج کے موقع پر مدینہ کے تقریباً بہتر اشخاص نے منیٰ کی اسی گھاٹی میں اپنے بت پرست ساتھیوں سے چھپ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر بیعت کی اور یہ عہد کیا کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اور اسلام کی حفاظت کے لئے اپنی جان قربان کر دیں گے۔ اس موقع پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

انہوں نے مدینہ والوں سے کہا کہ دیکھو! محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے خاندان بنی ہاشم میں ہر طرح محترم اور باعزت ہیں۔ ہم لوگوں نے دشمنوں کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو کر ہمیشہ ان کی حفاظت کی ہے۔ اب تم لوگ ان کو اپنے وطن میں لے جانے کے خواہشمند ہو تو سن لو! اگر مرتے دم تک تم لوگ ان کا ساتھ دے سکو تو بہتر ہے ورنہ ابھی سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ یہ سن کر حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ طیش میں آ کر کہنے لگے کہ "ہم لوگ تلواروں کی گود میں پلے ہیں۔" حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ حضرت ابو الہیثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بات کاٹتے ہوئے یہ کہا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم یہودیوں کے پرانے تعلقات ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ ہمارے مسلمان ہو جانے کے بعد یہ تعلقات ٹوٹ جائیں گے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ جب اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غلبہ عطا فرمائے تو آپ ہم لوگوں کو چھوڑ کر اپنے وطن مکہ

چلے جائیں۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے جواب دیا کہ تم لوگ اطمینان رکھو کہ تمہارا خون میرا خون ہے اور یقین کرو میرا جینا مرنا تمہارے ساتھ ہے۔ میں تمہارا ہوں اور تم میرے ہو۔ تمہارا دشمن میرا دشمن اور تمہارا دوست میرا دوست ہے۔
 (زرقاتی علی المواہب ج ۱ ص ۳۱۷ و سیرت ابن ہشام ج ۴ ص ۴۴۱ تا ۴۴۲)

جب انصاریہ بیعت کر رہے تھے تو حضرت سعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یا حضرت عباس بن نضله رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میرے بھائیو! تمہیں یہ بھی خبر ہے؟ کہ تم لوگ کس چیز پر بیعت کر رہے ہو؟ خوب سمجھ لو کہ یہ عرب و عجم کے ساتھ اعلان جنگ ہے۔ انصار نے طیش میں آ کر نہایت ہی پر جوش لہجے میں کہا کہ ہاں! ہاں! ہم لوگ اسی پر بیعت کر رہے ہیں۔ بیعت ہو جانے کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس جماعت میں سے بارہ آدمیوں کو نقیب (سردار) مقرر فرمایا۔ ان میں نو آدمی قبیلہ خزرج کے اور تین اشخاص قبیلہ اوس کے تھے جن کے مبارک نام یہ ہیں۔

- (۱) حضرت ابوامامہ اسعد بن زرارہ (۲) حضرت سعد بن ربیع (۳) حضرت عبداللہ بن رواحہ (۴) حضرت رافع بن مالک (۵) حضرت براء بن معرور (۶) حضرت عبداللہ بن عمرو (۷) حضرت سعد بن عبادہ (۸) حضرت منذر بن عمر (۹) حضرت عبادہ بن ثابت۔ یہ نو آدمی قبیلہ خزرج کے ہیں۔ (۱۰) حضرت أسید بن حضیر (۱۱) حضرت سعد بن خیشمہ (۱۲) حضرت ابوالہیثم بن تیہان۔ یہ تین شخص قبیلہ اوس کے ہیں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) (زرقاتی علی المواہب ج ۱ ص ۳۱۷)

اس کے بعد یہ تمام حضرات اپنے اپنے ڈیروں پر چلے گئے۔ صبح کے وقت جب قریش کو اس کی اطلاع پہنچی تو وہ آگ بگولا ہو گئے اور ان لوگوں نے ڈانٹ کر مدینہ والوں

سے پوچھا کہ کیا تم لوگوں نے ہمارے ساتھ جنگ کرنے پر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے بیعت کی ہے؟ انصار کے کچھ ساتھیوں نے جو مسلمان نہیں ہوئے تھے اپنی لاعلمی ظاہر کی۔

یہ سن کر قریش واپس چلے گئے مگر جب تفتیش و تحقیقات کے بعد کچھ انصار کی بیعت کا حال معلوم ہوا تو قریش غیظ و غضب میں آپ سے باہر ہو گئے اور بیعت کرنے والوں کی گرفتاری کے لئے تعاقب کیا مگر قریش حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا کسی اور کو نہیں پکڑ سکے۔ قریش حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے ساتھ مکہ لائے اور ان کو قید کر دیا مگر جب جبیر بن مطعم اور حارث بن حرب بن امیہ کو پتہ چلا تو ان دونوں نے قریش کو سمجھایا کہ خدا کے لئے سعد بن عبادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو فوراً چھوڑ دو ورنہ تمہاری ملک شام کی تجارت خطرہ میں پڑ جائے گی۔ یہ سن کر قریش نے حضرت سعد بن عبادہ کو قید سے رہا کر دیا اور وہ بخیریت مدینہ پہنچ گئے۔

(سیرت ابن ہشام ج ۳ ص ۲۹۴ تا ۲۵۰)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ کی جانب ہجرت

مدینہ منورہ میں جب اسلام اور مسلمانوں کو ایک پناہ گاہ مل گئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو عام اجازت دے دی کہ وہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلے جائیں۔ چنانچہ سب سے پہلے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہجرت کی۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے دوسرے لوگ بھی مدینہ روانہ ہونے لگے۔ جب کفار قریش کو پتہ چلا تو انہوں نے روک ٹوک شروع کر دی مگر چھپ چھپ کر لوگوں نے ہجرت کا سلسلہ جاری رکھا یہاں تک کہ رفتہ رفتہ بہت سے صحابہ کرام مدینہ منورہ چلے گئے۔ صرف وہی حضرات مکہ میں

رہ گئے جو یا تو کافروں کی قید میں تھے یا اپنی مفلسی کی وجہ سے مجبور تھے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چونکہ ابھی تک خدا کی طرف سے ہجرت کا حکم نہیں ملا تھا اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ ہی میں مقیم رہے اور حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی آپ نے روک لیا تھا۔ لہذا یہ دونوں شمع نبوت کے پروانے بھی آپ ہی کے ساتھ مکہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔

کفار کی مشاورت

جب مکہ کے کافروں نے یہ دیکھ لیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے مددگار مکہ سے باہر مدینہ میں بھی ہو گئے اور مدینہ جانے والے مسلمانوں کو انصار نے اپنی پناہ میں لے لیا ہے تو کفار مکہ کو یہ خطرہ محسوس ہونے لگا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بھی مدینہ چلے جائیں اور وہاں سے اپنے حامیوں کی فوج لے کر مکہ پر چڑھائی نہ کر دیں۔ چنانچہ اس خطرہ کا دروازہ بند کرنے کے لئے کفار مکہ نے اپنے دارالندوہ (پنچائت گھر) میں ایک بہت بڑی کانفرنس منعقد کی۔ اور یہ کفار مکہ کا ایسا زبردست نمائندہ اجتماع تھا کہ مکہ کا کوئی بھی ایسا دانشور اور بااثر شخص نہ تھا جو اس کانفرنس میں شریک نہ ہوا ہو۔ خصوصیت کے ساتھ ابوسفیان، ابو جہل، عتبہ، جبیر بن مطعم، نضر بن حارث، ابو البختری، زمعہ بن اسود، حکیم بن حزام، اُمیہ بن خلف وغیرہ وغیرہ تمام سردارانِ قریش اس مجلس میں موجود تھے۔ شیطان لعین بھی کبل اوڑھے ایک بزرگ شیخ کی صورت میں آگیا۔ قریش کے سرداروں نے نام و نسب پوچھا تو بولا کہ میں ”شیخ مجہد“ ہوں اس لئے اس کانفرنس میں آگیا ہوں کہ میں تمہارے معاملہ میں اپنی رائے بھی پیش کر دوں۔ یہ سن کر قریش کے سرداروں نے اہلیس کو بھی اپنی کانفرنس میں شریک کر لیا اور کانفرنس کی کارروائی

شروع ہو گئی۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معاملہ پیش ہوا تو ابو بکر نے یہ رائے دی کہ ان کو کسی کٹھری میں بند کر کے ان کے ہاتھ پاؤں باندھ دو اور ایک سوراخ سے کھانا پانی ان کو دے دیا کرو۔ شیخ مجدی (شیطان) نے کہا کہ یہ رائے اچھی نہیں ہے۔ خدا کی قسم! اگر تم لوگوں نے ان کو کسی مکان میں قید کر دیا تو یقیناً ان کے جان نثار اصحاب کو اس کی خبر لگ جائے گی اور وہ اپنی جان پر کھیل کر ان کو قید سے چھڑالیں گے۔

ابوالاسود دیبیہ بن عمرو عامری نے یہ مشورہ دیا کہ ان کو مکہ سے نکال دو تا کہ یہ کسی دوسرے شہر میں جا کر رہیں۔ اس طرح ہم کو ان کے قرآن پڑھنے اور ان کی تبلیغ اسلام سے نجات مل جائے گی۔ یہ سن کر شیخ مجدی نے بگڑ کر کہا کہ تمہاری اس رائے پر لعنت، کیا تم لوگوں کو معلوم نہیں کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے کلام میں کتنی مٹھاس اور تاثیر و دل کشی ہے؟ خدا کی قسم! اگر تم لوگ ان کو شہر بدر کر کے چھوڑ دو گے تو یہ پورے ملک عرب میں لوگوں کو قرآن سنانا کر تمام قبائل عرب کو اپنا تابع فرمان بنالیں گے اور پھر اپنے ساتھ ایک عظیم لشکر کو لے کر تم پر ایسی یلغار کر دیں گے کہ تم ان کے مقابلہ سے عاجز و لاچار ہو جاؤ گے اور پھر بجز اس کے کہ تم ان کے غلام بن کر رہو کچھ بنائے نہ بنے گی اس لئے ان کو جلاوطن کرنے کی تو بات ہی مت کرو۔

ابو جہل بولا کہ صاحبو! میرے ذہن میں ایک رائے ہے جو اب تک کسی کو نہیں سوجھی یہ سن کر سب کے کان کھڑے ہو گئے اور سب نے بڑے اشتیاق کے ساتھ پوچھا کہ کہیے وہ کیا ہے؟ تو ابو جہل نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ ہر قبیلہ کا ایک ایک مشہور بہادر تلوار لے کر اٹھ کھڑا ہو اور سب یکبارگی حملہ کر کے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو قتل کر ڈالیں۔ اس تدبیر سے خون کرنے کا جرم تمام قبیلوں کے سر پر رہے گا۔ ظاہر ہے کہ خاندان

بنو ہاشم اس خون کا بدلہ لینے کے لئے تمام قبیلوں سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھ سکتے۔ لہذا یقیناً وہ خون بہا لینے پر راضی ہو جائیں گے اور ہم لوگ مل جل کر آسانی کے ساتھ خون بہا کی رقم ادا کر دیں گے۔ ابو جہل کی یہ غوی تجویز سن کر شیخ مجدی مارے خوشی کے اُچھل پڑا اور کہا کہ بے شک یہ تدبیر بالکل درست ہے۔ اس کے سوا اور کوئی تجویز قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ تمام شرکاء کانفرنس نے اتفاق رائے سے اس تجویز کو پاس کر دیا اور مجلس شوریٰ برخاست ہو گئی اور ہر شخص یہ خوفناک عزم لے کر اپنے اپنے گھر چلا گیا۔ خداوند قدوس نے قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت میں اس واقعہ کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

وَإِذْ يَبْكُكُمْ بَكَ الَّذِينَ كَفَرُوا الْيُسْبِتُونَ أَوْ يَفْتُلُونَ أَوْ يَحْجُوكَ طَوَّيْنَكُمْ ذُنُوبَكُمْ اللَّهُ ط
وَاللَّهُ خَبِيرٌ أَلْمَا كَرِين

(اے محبوب یاد کیجئے) جس وقت کفار آپ کے بارے میں خفیہ تدبیر کر رہے تھے کہ آپ کو قید کر دیں یا قتل کر دیں یا شہر بدر کر دیں یہ لوگ خفیہ تدبیر کر رہے تھے اور اللہ خفیہ تدبیر کر رہا تھا اور اللہ کی پوشیدہ تدبیر سب سے بہتر ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت

جب کفار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قتل پر اتفاق کر کے کانفرنس ختم کر چکے اور اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے تو حضرت جبریل امین علیہ السلام رب العالمین کا حکم لے کر نازل ہو گئے کہ اے محبوب! آج رات کو آپ اپنے بستر پر نہ سوئیں اور ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے جائیں۔ چنانچہ عین دوپہر کے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ سب گھر والوں کو ہٹا دو کچھ مشورہ کرنا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی

اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ پر میرے ماں باپ قربان یہاں آپ کی اہلیہ (حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے سوا اور کوئی نہیں ہے (اُس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شادی ہو چکی تھی) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ نے مجھے ہجرت کی اجازت فرمادی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قربان! مجھے بھی ہمراہی کا شرف عطا فرمائیے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی درخواست منظور فرمائی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چار مہینے سے دو اونٹنیاں ببول کی ہتی کھلا کھلا کر تیار کی تھیں کہ ہجرت کے وقت یہ سواری کے کام آئیں گی۔ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان میں سے ایک اونٹنی آپ قبول فرمائیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قبول ہے مگر میں اس کی قیمت دوں گا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بادل ناخواستہ فرمان رسالت سے مجبور ہو کر اس کو قبول کیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو اس وقت بہت کم عمر تھیں لیکن ان کی بڑی بہن حضرت بی بی اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سامان سفر درست کیا اور توشہ دان میں کھانا رکھ کر اپنی کمر کے پٹکے کو پھاڑ کر دو کلڑے کیے۔ ایک سے توشہ دان کو باندھا اور دوسرے سے مشک کا منہ باندھا۔ یہ وہ قابل فخر شرف ہے جس کی بنا پر ان کو "ذات النطاقین" (دو پٹکے والی) کے معزز لقب سے یاد کیا جاتا ہے

اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک کافر کو جس کا نام "عبداللہ بن اُرَیْقَط" تھا جو راستوں کا ماہر تھا راہ نمائی کے لئے اُجرت پر نوکر رکھا اور ان دونوں اونٹنیوں کو اس کے سپرد کر کے فرمایا کہ تین راتوں کے بعد وہ ان دونوں اونٹنیوں کو لے کر "غار ثور" کے

پاس آجائے۔ یہ سارا نظام کر لینے کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے مکان پر تشریف لائے۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۵۳ تا ۵۵۴ باب ہجرت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

کاشانہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ناکام محاصرہ

کفار مکہ نے اپنے پروگرام کے مطابق کاشانہ نبوت کو گھیر لیا اور انتظار کرنے لگے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوجائیں تو ان پر قاتلانہ حملہ کیا جائے۔ اس وقت گھر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس صرف علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ کفار مکہ اگرچہ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بدترین دشمن تھے مگر اس کے باوجود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امانت و دیانت پر کفار کو اس قدر اعتماد تھا کہ وہ اپنے قیمتی مال و سامان کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس امانت رکھتے تھے۔ چنانچہ اس وقت بھی بہت سی امانتیں کاشانہ نبوت میں تھیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تم میری سبز رنگ کی چادر اوڑھ کر میرے بستر پر سو رہو اور میرے چلے جانے کے بعد تم قریش کی تمام امانتیں ان کے مالکوں کو سونپ کر مدینہ چلے آنا۔

یہ بڑا ہی خوفناک اور بڑے سخت خطرہ کا موقع تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم تھا کہ کفار مکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ کر چکے ہیں مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان سے کہ تم قریش کی ساری امانتیں لوٹا کر مدینہ چلے آنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یقین کامل تھا کہ میں زندہ رہوں گا اور مدینہ پہنچوں گا اس لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بستر جو آج کانٹوں کا بچھونا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے پھولوں کی بیج بن گیا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بستر پر صبح تک آرام کے ساتھ میٹھی میٹھی نیند سوتے رہے۔ اپنے اسی کارنامے پر فخر کرتے ہوئے شیر خدا نے اپنے اشعار

میں فرمایا کہ

وَقَيْتُ بِتَقْيِصٍ خَيْرَ مَنْ وَطِئَ الثَّرَىٰ وَمَنْ طَافَ بِالنَّبِيَّتِ الْعَتِيقِ وَبِالنَّحْرِ

میں نے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر اس ذات گرامی کی حفاظت کی جو زمین پر چلنے والوں اور خانہ کعبہ و حطیم کا طواف کرنے والوں میں سب سے زیادہ بہتر اور بلند مرتبہ ہیں۔

رَسُولُ اللَّهِ خَافَ أَنْ يَنْكُرُ ذَايَهُ فَتَجَاهَدُوا الطَّوْلَ إِلَهُ مِنَ النِّكَايِ

رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اندیشہ تھا کہ کفار مکہ ان کے ساتھ خفیہ چال چل جائیں گے مگر خداوند مہربان نے ان کو کافروں کی خفیہ تدبیر سے بچالیا۔

(زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۳۲۲)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا بستر نبوت پر بے خطر سونا

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بستر نبوت پر جان ولایت کو سلا کر ایک مٹی خاک ہاتھ میں لی اور سورہ یس کی ابتدائی آیتوں کو تلاوت فرماتے ہوئے نبوت خانہ سے باہر تشریف لائے اور محاصرہ کرنے والے کافروں کے سروں پر خاک ڈالتے ہوئے ان کے مجمع سے صاف نکل گئے۔ نہ کسی کو نظر آئے نہ کسی کو کچھ خبر ہوئی۔ ایک دوسرا شخص جو اس مجمع میں موجود نہ تھا اس نے ان لوگوں کو خبر دی کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تو یہاں سے نکل گئے اور چلتے وقت تمہارے سروں پر خاک ڈال گئے ہیں۔ چنانچہ ان کو رنجتوں نے اپنے سروں پر ہاتھ پھیرا تو واقعی ان کے سروں پر خاک اور دھول پڑی ہوئی تھی۔

(مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۵۷)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کعبۃ اللہ پر نظر محبت

رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے دولت خانہ سے نکل کر مقام ”حزورہ“ کے

پاس کھڑے ہو گئے اور بڑی حسرت کے ساتھ ”کعبہ“ کو دیکھا اور فرمایا کہ اے شہر مکہ! تو مجھ کو تمام دنیا سے زیادہ پیارا ہے۔ اگر میری قوم مجھ کو تجھ سے نہ نکالی تو میں تیرے سوا کسی اور جگہ سکونت پذیر نہ ہوتا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے ہی قرارداد ہو چکی تھی۔ وہ بھی اسی جگہ آ گئے اور اس خیال سے کہ کفار مکہ ہمارے قدموں کے نشان سے ہمارا راستہ پہچان کر ہمارا پیچھا نہ کریں پھر یہ بھی دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پائے نازک زخمی ہو گئے ہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے کندھوں پر سوار کر لیا اور اس طرح غار دار جھاڑیوں اور نوک دار پتھروں والی پہاڑیوں کو روندتے ہوئے اسی رات غار ثور پہنچے۔ (مدارج النبوة ج ۲ ص ۵۸)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے خود غار میں داخل ہوئے اور اچھی طرح غار کی صفائی کی اور اپنے بدن کے کپڑے پہاڑ پہاڑ کر غار کے تمام سوراخوں کو بند کیا۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غار کے اندر تشریف لے گئے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گود میں اپنا سر مبارک رکھ کر سو گئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سوراخ کو اپنی ایڑی سے بند کر رکھا تھا۔ سوراخ کے اندر سے ایک سانپ نے بار بار یار غار کے پاؤں میں کاٹا مگر حضرت صدیق جاں نثار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس خیال سے پاؤں نہیں ہٹایا کہ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خواب راحت میں خلل نہ پڑ جائے مگر درد کی شدت سے یار غار کے آنسوؤں کی دھار کے چند قطرات سرور کائنات کے رخسار پر نثار ہو گئے۔ جس سے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیدار ہو گئے اور اپنے یار غار کو روتا دیکھ کر بے قرار ہو گئے پوچھا ابو بکر! کیا ہوا؟ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے سائپ نے کاٹ لیا ہے۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زخم پر

اپنا العابد دہن لگا دیا جس سے فوراً ہی سارا درد جاتا رہا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین رات اس غار میں رونق افروز رہے۔

جبل ثور اور خاندان صدیق اکبر کی جانثاری

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جوان فرزند حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزانہ رات کو غار کے منہ پر سوتے اور صبح سویرے ہی مکہ چلے جاتے اور پتہ لگاتے کہ قریش کیا تدبیریں کر رہے ہیں؟ جو کچھ خبر ملتی شام کو آ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کر دیتے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام حضرت عامر بن نبیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ رات گئے چراگاہ سے بکریاں لے کر غار کے پاس آ جاتے اور ان بکریوں کا دودھ دونوں عالم کے تاجدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے یار غار پی لیتے تھے۔ (زر قانی علی المواہب ج ۱ ص ۳۳۹)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو غار ثور میں تشریف فرما ہو گئے۔ ادھر کا شانہ نبوت کا محاصرہ کرنے والے کفار جب صبح کو مکان میں داخل ہوئے تو بستر نبوت پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ غلاموں نے تھوڑی دیر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھ گچھ کر کے آپ کو چھوڑ دیا۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تلاش و جستجو میں مکہ اور اطراف و جوانب کا چپہ چپہ چھان مارا۔ یہاں تک کہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے غار ثور تک پہنچ گئے مگر غار کے منہ پر اس وقت خداوندی حفاظت کا پہرہ لگا ہوا تھا۔ یعنی غار کے منہ پر کڑی نے جال اتن دیا تھا اور کنارے پر کبوتری نے انڈے دے رکھے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر کفار قریش آپس میں کہنے لگے کہ اس غار میں کوئی انسان موجود ہوتا تو نہ کڑی جال اتنی نہ کبوتری یہاں انڈے دیتی۔ کفار کی آہٹ پا کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ گھبرائے اور عرض کیا کہ یا

رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اب ہمارے دشمن اس قدر قریب آ گئے ہیں کہ اگر وہ اپنے قدموں پر نظر ڈالیں گے تو ہم کو دیکھ لیں گے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا مت گھبراؤ! خدا ہمارے ساتھ ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلب پر سکون و اطمینان کا ایسا سکینہ اتار دیا کہ وہ بالکل ہی بے خوف ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہی وہ جاں نثاریاں ہیں جن کو دربار نبوت کے مشہور شاعر حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا خوب کہا ہے کہ

وَتَانِ اثْنَيْنِ فِي الْغَارِ الْمُنِيفِ وَقَدْ طَافَ الْعَدُوُّ بِهِ إِذْ صَاعَدَ الْجَبَلَا

اور دو میں کے دوسرے (ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جب کہ پہاڑ پر چڑھ کر بلند مرتبہ غار میں اس حال میں تھے کہ دشمن ان کے ارد گرد چکر لگا رہا تھا۔

وَكَانَ حَبِّ رَسُولِ اللَّهِ قَدْ عَلَيْنَا مِنَ الْخَلْقِ لَمْ يَعْدِلْ بِهِ بَدَلًا

اور وہ (ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محبوب تھے۔ تمام مخلوق اس بات کو جانتی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی کو بھی ان کے برابر نہیں ٹھہرایا

ہے (زر قانی علی المواہب ج ۱ ص ۳۳)

بہر حال چوتھے دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یکم ربیع الاول دوشنبہ کے دن غار ثور سے باہر تشریف لائے۔ عبد اللہ بن اریقط جس کو رہنمائی کے لئے کرایہ پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نوکر رکھ لیا تھا وہ قرارداد کے مطابق دو اونٹنیاں لے کر غار ثور پر حاضر تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور ایک اونٹنی پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھے اور عبد اللہ بن اریقط آگے آگے پیدل

چلنے لگا اور عام راستہ سے ہٹ کر ساحل سمندر کے غیر معروف راستوں سے سفر شروع کر دیا۔

سواونٹوں کا انعام اور سراقہ

ادھر اہل مکہ نے اشتہار دے دیا تھا کہ جو شخص محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو گرفتار کر کے لائے گا اس کو ایک سواونٹ انعام ملے گا۔ اس گراں قدر انعام کے لالچ میں بہت سے لالچی لوگوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تلاش شروع کر دی اور کچھ لوگ تو منزلوں دور تک تعاقب میں گئے۔

سراقہ کا گھوڑا

جب امِ معبد کے گھر سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آگے روانہ ہوئے تو مکہ کا ایک مشہور شہسوار سراقہ بن مالک بن جشم تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر تعاقب کرتا نظر آیا۔ قریب پہنچ کر حملہ کرنے کا ارادہ کیا مگر اس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور وہ گھوڑے سے گر پڑا مگر سواونٹوں کا انعام کوئی معمولی چیز نہ تھی۔ انعام کے لالچ نے اسے دوبارہ اُبھارا اور وہ حملہ کی نیت سے آگے بڑھا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا سے پتھر پلّی زمین میں اس کے گھوڑے کا پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گیا۔ سراقہ یہ معجزہ دیکھ کر خوف و دہشت سے کانپنے لگا اور امان! امان! پکارنے لگا۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دل رحم و کرم کا سمندر تھا۔ سراقہ کی لاچارگی اور گریہ زاری پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دریائے رحمت جوش میں آ گیا۔ دعا فرمادی تو زمین نے اس کے گھوڑے کو چھوڑ دیا۔ اس کے بعد سراقہ نے عرض کیا کہ مجھ کو امن کا پروانہ لکھ دیجیے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سراقہ کے لئے امن کی تحریر لکھ دی۔ سراقہ نے اس تحریر کو

اپنے ترکش میں رکھ لیا اور واپس لوٹ گیا۔ راستہ میں جو شخص بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں دریافت کرتا تو سراقہ اس کو یہ کہہ کر لوٹا دیتے کہ میں نے بڑی دور تک بہت زیادہ تلاش کیا مگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس طرف نہیں ہیں۔ واپس لوٹتے ہوئے سراقہ نے کچھ سامان سفر بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور نذرانہ کے پیش کیا مگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبول نہیں فرمایا۔ (بخاری باب ہجرۃ النبی ج ۱ ص ۵۵۴ و زرقانی ج ۱ ص ۳۶۶ و مدارج النبوة ج ۲ ص ۶۲)

سراقہ اس وقت تو مسلمان نہیں ہوئے مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت نبوت اور اسلام کی صداقت کا سکھ ان کے دل پر بیٹھ گیا۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح مکہ اور جنگ طائف و حنین سے فارغ ہو کر مہجرانہ میں پڑاؤ کیا تو سراقہ اسی پروانہ امن کو لے کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہو گئے اور اپنے قبیلہ کی بہت بڑی جماعت کے ساتھ اسلام قبول کر لیا۔ (دلائل النبوة ج ۲ ص ۱۵ و مدارج النبوة ج ۲ ص ۶۲)

واضح رہے کہ یہ وہی سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جن کے بارے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے علم غیب سے غیب کی خبر دیتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ اے سراقہ! تیرا کیا حال ہوگا جب تجھ کو ملک فارس کے بادشاہ کسریٰ کے دونوں کنگن پہنائے جائیں گے؟ اس ارشاد کے برسوں بعد جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں ایران فتح ہوا اور کسریٰ کے کنگن دربار خلافت میں لائے گئے تو امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کی تصدیق و تحقیق کے لئے وہ کنگن حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنادیئے اور فرمایا کہ اے سراقہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے حمد ہے جس نے ان

کنگنوں کو بادشاہ فارس کسریٰ سے چھین کر سراقہ بدوی کو پہنا دیا۔ حضرت سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۲۴ھ میں وفات پائی۔ جب کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تخت خلافت پر رونق افروز تھے۔ (زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۲۴۶ و ص ۳۴۸)

اُمِ معبد کی خشک بکری کا دودھ دینا

دوسرے روز مقامِ قدید میں اُمِ معبد عاتکہ بنت خالد خزاعیہ کے مکان پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گزر ہوا۔ اُمِ معبد ایک ضعیفہ عورت تھی جو اپنے خیمہ کے محن میں بیٹھی رہا کرتی تھی اور مسافروں کو کھانا پانی دیا کرتی تھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے کچھ کھانا خریدنے کا قصد کیا مگر اس کے پاس کوئی چیز موجود نہ تھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھا کہ اس کے خیمہ کے ایک جانب ایک بہت ہی لاغر بکری ہے۔ دریافت فرمایا کیا یہ دودھ دیتی ہے؟ اُمِ معبد نے کہا نہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم اجازت دو تو میں اس کا دودھ دوہ لوں۔ اُمِ معبد نے اجازت دے دی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ”بسم اللہ“ پڑھ کر جو اس کے تھن کو ہاتھ لگایا تو اس کا تھن دودھ سے بھر گیا اور اتنا دودھ نکلا کہ سب لوگ سیراب ہو گئے اور اُمِ معبد کے تمام برتن دودھ سے بھر گئے۔ یہ معجزہ دیکھ کر اُمِ معبد اور ان کے خاوندوں مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

(مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۶۱)

روایت ہے کہ اُمِ معبد کی یہ بکری ۱۸ھ تک زندہ رہی اور برابر دودھ دیتی رہی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں جب ”عام الرماد“ کا سخت قحط پڑا کہ تمام جانوروں کے تھنوں کا دودھ خشک ہو گیا اس وقت بھی یہ بکری صبح و شام برابر دودھ دیتی رہی۔ (زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۳۴۶)

بریدہ اسلمی کا جھنڈا

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ کے قریب پہنچ گئے تو ”بریدہ اسلمی“ قبیلہ بنی سہم کے ستر سواروں کو ساتھ لے کر اس لالچ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گرفتاری کے لئے آئے کہ قریش سے ایک سواوٹ انعام مل جائے گا۔ مگر جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے آئے اور پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں محمد بن عبد اللہ ہوں اور خدا کا رسول ہوں۔ جمال و جلال نبوت کا ان کے قلب پر ایسا اثر ہوا کہ فوراً ہی کلمہ شہادت پڑھ کر دامن اسلام میں آگئے اور کمال عقیدت سے یہ درخواست پیش کی کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری تمنا ہے کہ مدینہ میں حضور کا داخلہ ایک جھنڈے کے ساتھ ہونا چاہیے، یہ کہا اور اپنا عمامہ سر سے اتار کر اپنے نیزہ پر باندھ لیا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علمبردار بن کر مدینہ تک آگے آگے چلتے رہے۔ پھر دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ مدینہ میں کہاں اتریں گے تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری اونٹنی خدا کی طرف سے مامور ہے۔ یہ جہاں بیٹھ جائے گی وہی میری قیام گاہ ہے۔ (مدارج النبوة ج ۲ ص ۶۲)

حضرت زبیر کے پیش قیمت کپڑے

اس سفر میں حسن اتفاق سے حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہو گئی جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیٹے ہیں۔ یہ ملک شام سے تجارت کا سامان لے کر آرہے تھے۔ انہوں نے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں چند نفیس کپڑے بطور نذرانہ کے پیش کیے جن کو تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبول فرمایا۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۶۳)

محبوب دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد آمد کی خبر چونکہ مدینہ میں پہلے سے پہنچ چکی تھی اور عورتوں بچوں تک کی زبانوں پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا چرچا تھا۔ اس لئے اہل مدینہ آپ کے دیدار کے لئے انتہائی مشتاق و بے قرار تھے۔ روزانہ صبح سے نکل نکل کر شہر کے باہر سراپا انتظار بن کر استقبال کے لئے تیار رہتے تھے اور جب دھوپ تیز ہو جاتی تو حسرت و افسوس کے ساتھ اپنے گھروں کو واپس لوٹ جاتے۔ ایک دن اپنے معمول کے مطابق اہل مدینہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی راہ دیکھ کر واپس جا چکے تھے کہ ناگہاں ایک یہودی نے اپنے قلعہ سے دیکھا کہ تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سواری مدینہ کے قریب آن پہنچی ہے۔ اس نے بے آواز بلند پکارا کہ اے مدینہ والو! لو تم جس کا روزانہ انتظار کرتے تھے وہ کاروانِ رحمت آگیا۔ یہ سن کر تمام انصار بدن پر ہتھیار سجا کر اور وجد و شادمانی سے بے قرار ہو کر دونوں عالم کے تاجدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا استقبال کرنے کے لئے اپنے گھروں سے نکل پڑے اور نعرہ تکبیر کی آوازوں سے تمام شہر گونج اٹھا۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۶۳ وغیرہ)

مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر جہاں آج "مسجد قبا" بنی ہوئی ہے۔ ۱۲ ربیع الاول کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رونق افروز ہوئے اور قبیلہ عمرو بن عوف کے خاندان میں حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں تشریف فرما ہوئے۔ اہل خاندان نے اس فخر و شرف پر کہ دونوں عالم کے میزبان ان کے مہمان بنے اللہ اکبر کا پر جوش نعرہ مارا۔ چاروں طرف سے انصار جوشِ مسرت میں آتے اور بارگاہ رسالت میں صلاۃ

وسلام کا نذرانہ عقیدت پیش کرتے۔ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تھے وہ لوگ بھی اس مکان میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حکم نبوی کے مطابق قریش کی امانتیں واپس لوٹا کر تیسرے دن مکہ سے چل پڑے تھے وہ بھی مدینہ آگئے اور اسی مکان میں قیام فرمایا اور حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے خاندان والے ان تمام مقدس مہمانوں کی مہمان نوازی میں دن رات مصروف رہنے لگے۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۶۳ و بخاری)

اللہ اکبر! عمرو بن عوف کے خاندان میں حضرت سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و سید الاولیاء اور صالحین صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نورانی اجتماع سے ایسا سماں بندھ گیا ہوگا کہ غالباً چاند، سورج اور ستارے حیرت کے ساتھ اس مجمع کو دیکھ کر زبانِ حال سے کہتے ہوں گے کہ یہ فیصلہ مشکل ہے کہ آج انجمن آسمان زیادہ روشن ہے یا حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان؟ اور شاید خاندان عمرو بن عوف کا بچہ بچہ جوشِ مسرت سے مسکرا مسکرا کر زبانِ حال سے یہ نغمہ گاتا ہوگا کہ

اُن کے قدم پہ میں نثار جن کے قدم ناز نے اُجڑے ہوئے دیار کو رُخک چمن بنا دیا

میلاد مصطفیٰ کی برکات

جن کے تلوے کا دھوون ہے آبِ حیات

ہے وہ جانِ مسما ہمارا نبی ﷺ

ماہِ ربیع الاول امتِ مسلمہ کے لیے خاص اہمیت کا حامل مہینہ ہے کیونکہ اس مہینے

نبی آخر الزماں ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری ہوئی، جو انسان کامل، ہادی عالم اور وجہ

تخلیق کائنات ہیں، ربیع الاول امتِ مسلمہ کے لیے کلیدی اہمیت کا حامل مہینہ ہے، اس ماہ

مبارک میں ہی حضور انور سرور کونین حضرت محمد ﷺ کو دنیا کو اندھیروں سے نکالنے کیلئے بھیجا گیا۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوری دنیا کے لئے نمونہ بن کر آئے، وہ ہر شعبے میں اس اوج کمال پر فائز ہیں کہ ان جیسا کوئی تھا اور نہ ہی آئندہ آئے گا۔

عید میلاد النبی ایک تہوار یا خوشی کا دن ہے جو دنیا بھر میں مسلمان مناتے ہیں، یہ دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی مناسبت سے منایا جاتا ہے۔ یہ ربیع الاول کے مہینے میں آتا ہے جو اسلامی تقویم کے لحاظ سے تیسرا مہینہ ہے۔ ویسے تو میلاد النبی اور محافلِ نعت کا انعقاد پورا سال ہی جاری رہتا ہے لیکن خصوصاً ماہِ ربیع الاول میں عید میلاد النبی ﷺ کا تہوار پوری مذہبی عقیدت اور احترام سے منایا جاتا ہے۔

یکم ربیع الاول سے ہی مساجد اور دیگر مقامات پر میلاد النبی اور نعت خوانی (مدح رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی محافل شروع ہو جاتی ہیں جن علماء کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت، آپ کی ذات مبارکہ اور سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ اسی طرح مختلف شعراء اور ثناء خواں رسول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں نعتیہ گلہائے عقیدت اور درود و سلام پیش کرتے ہیں۔

بارہ ربیع الاول کو تمام اسلامی ممالک میں سرکاری طور پر عام تعطیل ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ امریکہ، برطانیہ، کینیڈا، کوریا، جاپان اور دیگر غیر اسلامی ممالک میں بھی مسلمان کثرت سے میلاد النبی اور نعت خوانی کی محافل منعقد کرتے ہیں۔

قرآن کی روشنی میں ارشاد باری تعالیٰ ہوا، (اور انہیں اللہ کے دن یاد دلاؤ۔) (ابراہیم، 5) امام المفسرین سیدنا عبد اللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) کے نزدیک ایام اللہ سے مراد وہ دن ہیں۔ جن میں رب تعالیٰ کی کسی نعمت کا نزول ہوا ہو۔ ان ایام میں سب سے

بڑی نعمت کے دن سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت و معراج کے دن ہیں، ان کی یاد قائم کرنا بھی اس آیت کے حکم میں داخل ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان)۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں، (جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تو ساتھ ہی ایسا نور نکلا جس سے مشرق سے مغرب تک ساری کائنات روشن ہو گئی)۔ مسلمان تو عید میلاد صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی میں اپنے گھروں اور مساجد پر چراغاں کرتے ہیں، خالق کائنات نے نہ صرف ساری کائنات میں چراغاں کیا بلکہ آسمان کے ستاروں کو فانوس اور قمتے بنا کر زمین کے قریب کر دیا۔

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی والدہ فرماتی ہیں، (جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی میں خانہ کعبہ کے پاس تھی، میں نے دیکھا کہ خانہ کعبہ نور سے روشن ہو گیا۔ اور ستارے زمین کے اتنے قریب آ گئے کہ مجھے یہ گمان ہوا کہ کہیں وہ مجھ پر گر نہ پڑیں)۔

جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کی تاریخی خوشی میں مسرت و شادمانی کا اظہار ہے اور یہ ایسا مبارک عمل ہے جس سے ابولہب جیسے کافر کو بھی فائدہ پہنچتا ہے۔ اگر ابولہب جیسے کافر کو میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی میں ہر پیر کو عذاب میں تخفیف نصیب ہو سکتی ہے۔ تو اُس مومن مسلمان کی سعادت کا کیا ٹھکانا ہوگا جس کی زندگی میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشیاں منانے میں بسر ہوتی ہو۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی اپنے یوم ولادت کی تعظیم فرماتے اور اس کائنات میں اپنے ظہور و وجود پر سپاس گزار ہوتے ہوئے پیر کے دن روزہ رکھتے

تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے یوم ولادت کی تعظیم و تکریم فرماتے ہوئے تحدیثِ نعمت کا شکر بجالانا حکم خداوندی تھا کیوں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے وجودِ مسعود کے تصدیق و توسل سے ہر وجود کو سعادت ملی ہے۔

جسٹن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل مسلمانوں کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام جیسے اہم فرائض کی رغبت دلاتا ہے اور قلب و نظر میں ذوق و شوق کی فضاء ہموار کرتا ہے، صلوٰۃ و سلام بذات خود شریعت میں بے پناہ نوازشات و برکات کا باعث ہے۔ اس لیے جمہور امت نے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انعقاد مستحسن سمجھا۔ سیرتِ طیبہ کی اہمیت اُجاگر کرنے اور جذبہٴ محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فروغ کے لیے محفلِ میلادِ کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔ اسی لیے جسٹن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں فضائل، شمائل، خصائل اور معجزاتِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ اور اُسوۂ حسنہ کا بیان ہوتا ہے۔

خیر البشر کی ذاتِ اقدس اس کائنات کے لئے باعثِ رحمت تو ہے ہی لیکن انہیں ہر شعبے میں وہ معراجِ حاصل ہے، جس کی مثال ہی نہیں ملتی، عالمِ دین حضور پاک کی زندگی کا احاطہ کرنا تو انسان کے لئے شاید ممکن نہ ہو لیکن ہر شعبہ ہائے زندگی میں وہ عام انسان کے لئے بہترین عملی نمونہ نظر آئے۔

آپ ﷺ نے علم و نور کی ایسی شمعیں روشن کیں جس نے عرب جیسے علم و تہذیب سے عاری معاشرے میں جہالت کے اندھیروں کو ختم کر کے اسے دنیا کا تہذیب یافتہ معاشرہ بنادیا، آپ ﷺ نے اپنی تعلیمات میں امن، اخوت، بھائی چارہ، یکجہتی اور ایک دوسرے کو برداشت کا درس دیا۔

جہاں ایک طرف اس ماہ ہم آپ ﷺ کی ولادت کا جشن مناتے ہیں وہیں ہم پر لازم ہے کہ ہم آپ ﷺ کی تعلیمات پر عمل کریں تبھی ہم آپ ﷺ سے محبت کا دعویٰ کر سکتے ہیں، آج کے اس پر فتن دور میں اگر ہم اپنے انفرادی اور اجتماعی مسائل کو بھول کر ملت اسلامیہ کے عظیم مفاد میں اکٹھے ہو جائیں اور آپ ﷺ کی تعلیمات کو اپنے لیے مشعل راہ بنالیں تو گھر کی دہلیز سے ریاست اور عالم اسلام کی مضبوطی تک تمام مسائل حل ہو جائیں گے۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
 شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
 جس سہانی گھڑی چکا طیبہ کا چاند
 اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

پیر صاحب علیہ الرحمۃ کی مایہ ناز تصانیف

اقامۃ الصلوۃ

قیمت: 250 روپے

مسلمانوں کی موجودہ حالت زار کا باعث فقط مادہ پرستی ہے۔ آج کا نو جوان دین اسلام سے ناواقف ہے۔ اگر ان کو دین کی تعلیمات سائنٹیفک اور دلچسپ انداز میں صحیح طریقے سے بتائی جائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ نماز کی طرف راغب نہ ہو سکیں۔ اللہ تعالیٰ پر یقین کے قرآنی، مشاہداتی اور عقلی دلائل، انسان کی تخلیق کی غرض غایت، عبادت گزاروں کو ملنے والے امتیازات نیز اسلام ہم سے کیا چاہتا ہے جیسے اہم موضوعات پر قلم کشائی کی گئی ہے۔

بیعت کی تشکیل اور تربیت

قیمت: 250 روپے

جواز بیعت، اُس کی اہمیت اور تصوف کے احوال و اشغال پر مختلف زاویوں سے مختصر مگر مدلل گفتگو اس کتاب کی انفرادیت ہے۔ مصنف کی یہ تحریر ان کے سات روحانی درسوں سے اقتباس ہے۔ راہِ طریقت کے مسافروں کے علمی، اخلاقی اور روحانی معیار کو مطلوب سطح تک لانے کے لئے نہایت موزوں ہے۔ کامیاب زندگی کے آزمودہ نسخے، ذکر کے روحانی کمالات اور تقدیر کے بدلنے کا طریقہ کار اس کتاب میں دلچسپ انداز میں رقم کیا گیا ہے۔

رابطہ شبخ

قیمت: 350 روپے

مقامات سلوک کو طے کرنے کے لئے جہاں طالب کے ظرف کا معیار ضروری ہے وہاں شیخ سے ربط کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ اس راہ پر کامیاب ہونے کے لیے راہبر کی طرف سے حاصل ہونے والے تصرفات اور توجہ سالک کے لئے انتہائی اہم ہیں۔ رابطہ کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے؟ اس کی اہمیت؟ ربط کیسے قائم کیا جاتا ہے؟ رابطہ شیخ سے قرب الہی کیسے ممکن ہے؟ کشف، الہام اور کشف القیور کیسے کیا جاتا ہے؟ ان سب سوالوں کا تسلی بخش جواب اس کتاب میں موجود ہے۔

جہد و مایزید

قیمت: 600 روپے

کثرت مال اور حصول جاہ و منصب کی طلب نے مسلمانوں کو دین کی دولت سے محروم کر دیا ہے۔ ایسے میں انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیائے کرامؒ کی زندگیاں ہماری تربیت کے لئے مشعل راہ کی حیثیت

رکھتی ہیں۔ اس کتاب میں حضرت جنیدؒ و بایزیدؒ کی حیات مبارکہ کو خاطر خواہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔
طریقت کی راہ کے سالکین کے لئے اس کتاب میں جنیدؒ و بایزیدؒ کی پُرکِیف زندگیوں، مقالات، روحانی
مدراج اور بلند پرواز احوال ایک نصاب کی سی حیثیت رکھتے ہیں۔

قیمت: 350 روپے

شاہین کا جھل اور

شاہین ایک نہایت دلیر شکاری پرندہ ہے جو بلند پروازی اور خودداری کی علامت ہے۔ اس
میں مردِ حر کی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ علامہ اقبالؒ نے اس کی قلندرانہ خوبیوں کے باعث یہ دعا فرمائی کہ
اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے بچوں کو شاہین کے بال و پردے۔ شاہین اور کرگس دونوں کی ایک ہی فضا میں
پرواز ہونے کے باوجود ان دونوں کے جہانوں میں اتنا بڑا فرق ہونے کی کیا وجہ ہے؟ اس کتاب میں
مصنف نے اس سوال کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیا ہے۔

قیمت: 600 روپے

سنت مبارکہ

سیرت مصطفویٰ ﷺ کی پیروی ہی سرچشمہ ایمان ہے۔ اس کتاب میں مولف نے پابندی
سنت کی عظمت انتہائی دلنشین پیرائے میں بیان کی ہے۔ مصنف کا پُر اثر روحانی اسلوب بیان قاری کے
قلب پر گہرے نقوش ثبت کرتا ہے۔ آئمہ کرام کے اقوال اور احوال قاری کے لئے نہ صرف دلچسپی کا
باعث بلکہ ان کی زندگیوں میں مثبت تغیر پیدا کرتے ہیں۔ بدعت کیا ہے، جدید سائنس نے سنت کو کیا
اہمیت دی ہے اور دیگر بہت سے سوالات کے جوابات اس کتاب میں پائیں گے۔

قیمت: 1000 روپے

اسلام و روحانیت اور فکر اقبال

اس کتاب میں میں جہاں سالکانِ طریقت کی تربیت کا اہم فریضہ ادا کیا گیا ہے وہاں مخالفان
راہ سلوک کے شکوک کا قرآن و احادیث اور بزرگانِ دین کے اقوال و احوال کی روشنی میں احسن انداز میں
ازالہ کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں فقر و درویشی، حکمت و معرفت، مراتب و ولایت اور مقامِ آدم جیسے مضامین
کا بغور جائزہ لیا گیا ہے۔ طریقت کی اصلاحات سے طبقاتِ انسانیت تک کے تمام علوم سیکھا کر دیے گئے
ہیں۔ علامہ اقبالؒ اور مولانا رومیؒ کے اشعار اس کتاب کی زینت ہیں۔

قیمت: 500 روپے

سوز و ساز رومی

مؤلف نے مثنوی مولانا رومیؒ کی برس ہا برس کی عرق ریزی کے بعد ایسے منتخب اشعار کی تشریح

شامل کی ہے جو زبان زد عام ہیں۔ قارئین کے لیے مولانا رومؒ کی بیان کردہ انسانی زندگی میں کام آنے والی عشق کی کارفرمایاں اور اُس کے وہ خوبصورت پہلو جس سے انسان اپنی زندگی میں گونا گوں کامیابیاں حاصل کرتا ہے سچا کر دی گئیں ہیں۔ انہی کے لئے علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں کہ مولاناؒ ایک مرشد روشن ضمیر اور کاروانِ عشق و مستی کے امیر ہیں، اُن کو رفیقِ راہ بناؤ وہ جدھر تھیں لے جائیں اُدھر جاؤ۔

نشانِ منزل

قیمت: 200 روپے

مسلمانوں کی آج کی حالتِ زار ان کی اسلام سے دوری کے سبب ہے۔ اس دوری کی متفرق وجوہات پیش کرتے ہوئے مولف کی قرآن و حدیث کی رو سے حل تلاش کرنے کی سعی قابلِ تحسین ہے۔ مصنف نے مسلمانوں کی بے عملی میں حائل چھ نکات رقم کئے ہیں۔ ایمان کی تقویت کے لئے قرآنی، عقلی، سائنسی اور مشاہداتی دلائل اس طرح پیش کیے گئے ہیں کہ قارئین کے دل دین اسلام کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ پابندیِ صوم و صلوٰۃ کے خواہشمند حضرات کے لئے یہ ایک موزوں ہے۔

حسنِ نماز

قیمت: 800 روپے

اس کتاب میں مسلمانوں کو اسلام کے بنیادی رکن نماز کی اہمیت سے آگاہ کرنے کے بعد وہ عناصر بیان کئے گئے ہیں جن کی بنیاد پر سالک اپنی نماز کو معراج کی منزل تک لے جاسکتا ہے۔ مصنف نے قارئین کو نماز کے اغراض و مقاصد کے علم کے ساتھ ساتھ نماز کے معارف، فضائل اور دیگر روحانی پہلوؤں سے آگاہ کیا ہے۔ متلاشیانِ حق، نماز کے آدابِ باطنی اور ظاہری کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے اس کتاب سے فیض حاصل کر سکتے ہیں۔

مجلسِ اقبال

قیمت: 1000 روپے

اس کتاب کی مدد سے علامہ اقبالؒ کے کسی بھی فارسی شعر کو تلاش کیا جاسکتا ہے۔ (بحوالہ کلیاتِ اقبال مرتبہ غلام علی ایندلسز) یہ کتاب طلباء، علماء اور محققین کے لیے مفید ثابت ہو سکتی ہے۔ تفہیم اشاریہ کے لئے نکات، فارسی سمجھنے کے آسان طریقے، فارسی زبان کی چند گردانیں اور فارسی زبان کے الفاظ کا ذخیرہ اس کتاب میں قارئین کی سہولت کے لئے ڈال دیئے گئے ہیں۔

تہذیبِ نفس

قیمت: 600 روپے

انسان نفس و روح کا مرکب ہے۔ روح منبعِ خیر اور نفس منبعِ شر ہے۔ اس کتاب میں فاضل

مصنف نے حقیقت انسان پر روشنی ڈالتے ہوئے نفس کا مفہوم، اہمیت، اقسام و مدارج، قلب، عقل اور روح پر اس کے اثرات اور حقوق نفس پر عالمانہ و محققانہ بحث کی ہے۔ آفات نفس اور اس کے باریک خطرات سے قارئین کو مطلع کرنے کے بعد نفس کے علاج پر قرآن و حدیث اور اقوال صحابہ و اولیاء کی روشنی میں سیر حاصل گفتگو فرمائی ہے۔ جسے پڑھ کر نہ صرف تنفیج مسئلہ ہوتا بلکہ اصلاح ذات کا داعیہ بھی بیدار ہوتا ہے۔

ثنائے خواجہ:

حضرت خواجہ پیر عبداللطیف خان نقشبندیؒ جہاں بے پناہ نثری علمی کام کیا ہے وہاں آپ نے شاعری کا ذوق لطیف بھی خوب پایا ہے جس کا عکس تمام کتابوں واضح ہے۔ آپ نے اپنی زندگی میں مختلف مواقع پر جو کلام ارشاد فرمایا جس میں حماد، نعیتیں، منقبتیں اور بالخصوص احیائے اسلام اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے قومی بیداری کے غرض سے جو نظمیں لکھی، انہیں ثنائے خواجہ کے نام سے مرتب کیا گیا ہے۔ آپ نے اردو اور فارسی، دونوں زبانوں میں طبع آزمائی فرمائی ہے اور وہ سب اس کتاب کا حصہ ہیں۔

مکتوبات لطیف:

”مکتوبات لطیف“ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے آپ کے اپنے محبین، معتقدین اور مریدین کو مختلف مواقع پر لکھے گئے خطوط ہیں۔ آپ کے مکتوبات بھی آپ کی عالمانہ، محققانہ شان کو ظاہر کرتے ہیں۔ مکتوبات کے مطالعہ سے آپ کا اپنی ساتھیوں کی اصلاح کا مخلصانہ جذبہ ظاہر ہوتا ہے۔ یہ مکتوبات جہاں قارئین کے لیے روحانی فیض کا سبب بنیں گے وہاں پیر صاحبؒ کے خلوص کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

پیر صاحب علیہ الرحمۃ کی زیر طبع تصانیف

متعلقات زوجین	مسئلہ تقدیر	اکتساب رزق و انفاق	سرمایہ ملت
مسئلہ اولیائے امت	منازع اخلاق	عقل، عشق اور جنون	تعلیمات اقبال

نشان منزل پبلیکیشنز کی دیگر مایہ ناز کتب

(۱) قرآن سولہ لائن

(۲) کنز الایمان : ترجمہ اعلم حضرت بریلویؒ

(۳) موطا امام محمد: مترجم، علامہ محمد منشا طابش قصوری

(۴) سنن الترمذی: مترجم، علامہ محمد منشا طابش قصوری

(۵) کشف المحجوب: مترجم، نشان منزل ریسرچ سنٹر

(۶) تذکرۃ الاولیاء: مترجم، نشان منزل ریسرچ سنٹر

پیر عبد اللطیف خان نقشبندی

کے کلام کو بچا کر کے امت مسلمہ کو ورثہ چیلنج کرنا دعائی سلوب میں پیش کیا گیا ہے۔

اوراق: 586 قیمت: 600/- روپے
حقیقت انسان پر کس کا تسلیم، اہمیت، اقسام و مدارج، رنگ، عقل اور روح پر کس کے اثرات اور حقیقی نفس، آقا کا نفس اور اس کے باریک خطرات کے بعد اس کی تہذیب اور تزکیہ کی راہوں کو بیان کیا ہے۔



اوراق: 932 قیمت: 800/- روپے
نماز کی اہمیت، اغراض و مقاصد، فضائل اور دیگر روحانی پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کے بعد حقیقی نماز یعنی صراح اور معرقت یعنی تکبہ رسائی کی راہوں کو بیان کیا گیا ہے۔ آداب باطنی اور ظاہری تقاضوں کو پورا کرنے میں معاون کتاب۔



اوراق: 752 قیمت: 600/- روپے
حضرت عقیقہ باہر پید کی کیفیت، زندگیوں، عقائد، روحانی مدارج اور بلند پرواز احوال کو تحریر پر دور رس روحانی اثرات صریح کرتے ہیں۔ مصنف کے مخصوص انداز میں لکھی گئی انتہائی دلچسپ تصنیف۔



اوراق: 608 قیمت: 600/- روپے
عوام کی فہم کے مطابق سنت، اسوہ حسنہ، اطاعت، اتباع اور تہجد رسول اللہ ﷺ کے لئے کریمیت، اصول حدیث (اقسام)، تاریخ، سند و متن، منکرین حدیث و سنت کے جوابات اور بدعت اور اس کی اقسام تک کے مضامین شامل ہیں۔



اوراق: 272 قیمت: 250/- روپے
قرآن وحدیث کی روشنی میں ہیئت و تصوف کی ضرورت و اہمیت کے مختلف بابوں کو اظہار کرنے والی ایسی کتاب جس میں ضروری اصطلاحات تصوف شامل کر دی گئی ہیں۔ راہ طریقت پر چلنے والوں کے لئے نصاب کی حیثیت رکھتی ہے۔



اوراق: 416 قیمت: 350/- روپے
رابطہ شیخ کی ضرورت، اہمیت، تصویب، توحید شیخ اور روحانی تعریف بیان کرنے کے بعد دیار الہی کی تہذیب و مصلحتی اظہار کے طریقوں کو بیان کرنے کی کاوش فرمائی۔



اوراق: 408 قیمت: 350/- روپے
اپنی زندگی ستوارے کے خواہشمند حضرات کے لئے دل کے معارف، امر و نہی، مروت، حضور و نبی اور شیخ و مشفق کے حصول کے لئے مصنف کی دلنواز تصنیف جس میں سولانا نامہ اور علامہ اقبال کے کلام کا اس موضوع پر بخوبی اضافہ کیا گیا ہے۔



اوراق: 579 قیمت: 450/- روپے
مشہور سولانا نامہ کی ہر ہر سطر پر روشنی ڈالنے کے بعد ایسے منتخب اشعار کی تحریر شامل کی ہے جو عشق و محبت سے لبریز اور زبان زد عام ہیں۔ سولانا کو ایک سرحد و دن گیر کے طور پر پیش کر کے آپس میں ریش و رشتہ کا سہا بنایا۔



اوراق: 313 قیمت: 200/- روپے
ایمان کی تقویت کیلئے قرآنی، عقلی، سائنسی اور مشاہداتی دلائل اس طرح پیش کیے گئے ہیں کہ قاری کے لئے عمل میں حائل مشکلات کو رفع کرنا آسان ہو جائے۔ یہ مصنف کی شائع ہونے والی پہلی کتاب تھا آج برگر کی ضرورت ہے۔



اوراق: 260 قیمت: 250/- روپے (پیش کشی کا وظیفہ)
اللہ تعالیٰ پر یقین کے دلائل، انسان کی تخلیق کی غرض و غایت، عبادت گزاروں کو ملنے والے امتیازات نیز اسلام نام سے کیا چاہتا ہے، جیسے اہم موضوعات پر فہم کشائی کی گئی ہے۔ یہ نمازیوں کو پابند نماز بنانے کی ترغیب دیتی ہے۔



اوراق: 364 قیمت: 350/- روپے
شاہین اپنی بلند پروازی اور خوداری اور دلیری جیسی خوبصورت کے باعث پرندوں کی دنیا میں نمایاں مقام رکھتا ہے۔ اسی لئے مصنف نے علامہ اقبال کے کلام کو بچا کر کے ہونے مسلمانوں کو شاہین کی صفات اپنانے کی ترغیب دلائی ہے۔



اوراق: 1211 قیمت: 1000/- روپے
تصوف کی اصطلاحات و احوال اور روحانیت کے اہم باب جن میں فقر و ورع، روضہ قلندر، حقیقت، سہمت اور حکمت و معرقت الہی جیسے موضوعات قرآن و احادیث و اقوال صالحین اور اقبال کے کلام کے ساتھ دلچسپ انداز میں پیش کیا گیا ہے۔



نشان منزل پبلی کیشنز

شاپ نمبر ۲، ٹیپو ہوسٹل، نزد مکتبہ المدینہ، داتا گارہ مار، رکیٹ، لاہور فون: 042- 37114939, 03234878481
Web: www.nishanemanzal.com eMail: nishanemanzal@gmail.com

